جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر



بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر

سید احمد خضر شاہ مسعودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

مئی-جون ۲۰۱۷ء، جلد نمبر ۱۸، شمارہ نمبر ۴، سلسلہ نمبر ۱۷۹

بانی: فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر: سید احمد خضر شاہ مسعودی

مجلس ادارت

مولانا عبد الرشید بستوی 09634506041

مولانا فضیل احمد ناصری 08881347125

نگران ترسیل

مولانا ابو طلحہ اعظمی 09997504588

اشتراک وتعاون

اندرونِ ملک:

فی شمارہ-/15 سالانہ-/150

خصوصی-/1000

تاحیات-/10000

بیرونِ ملک:

سالانہ:20 امریکی ڈالر

خصوصی:100 امریکی ڈالر

تاحیات:500 امریکی ڈالر

شائع کردہ

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

فون آفس: 01336-220471 فون وفیکس (مدیر) 01336-222471-223371

موبائل (مدیر): 08006075484

ای-میل: ahmadanzarshah@gmail.com

Composed By: Huda Computers Deoband 09027322726

ورق در ورق

عصریات

سیّد احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

گزشتہ ماہ ۳۰؍اپریل کو ترک صدر رجب طیب اردوغان دورۂ ہند پر آئے۔ اس دورے پر ملک کی چند ممتاز سیاسی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں رہیں۔ ان ملاقاتوں میں ہند اور ترکی نے اپنے اپنے ملک میں سرمایہ کاری کی دعوت دی۔ وزیر اعظم مودی نے اردوغان کا والہانہ خیر مقدم کیا، بعد ازاں مشترکہ اجلاس ہوا، جس میں دونوں رہ نماؤں نے شرکت بھی کی، اس نشست میں باہمی تعلقات خوش گوار، پائدار اور معنیٰ خیز بنانے پر زور دیا گیا۔ اردوغان جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں بھی تشریف لے گئے اور ہند ترکی تعلقات پر خوب صورت باتیں کیں، ترکی اور ہندوستان کے مضبوط، وسیع اور تاریخی مراسم کو یاد کیا، علمائے ہند کی طرف سے ترکی کو ملنے والے تعاون پر بھی سیر حاصل گفتگو کی۔ اردوغان کا یہ دورہ دو دنوں پر محیط رہا۔ یہاں سے رخصت ہو کر روس کو نکل گئے۔

عالمی سیاست پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ رجب طیب اردوغان اسی ترکی کے صدر ہیں جہاں کم و بیش ۶۲۳؍برسوں تک اسلامی خلافت قائم رہی۔ اس خلافت کا سلسلہ امیر عثمان خان سے چل کر سلطان عبد الحمید تک پہونچا تھا۔ امیر عثمان خان اس خلافت کے بانی تھے، اس لئے چھ صدیوں تک چلنے والی یہ خلافت ''خلافت عثمانیہ'' کہلائی۔ اس کا دائرہ کار ارض حرمین تک پھیلا ہوا تھا، اسی کا اثر تھا کہ خانۂ کعبہ کے ارد گرد چار مصلے بچھے تھے، ایک مصلے پر دو وقت کی نمازیں حنفی مسلک کے مطابق ہوتیں اور بقیہ مصلوں پر دیگر تین مسالک کے مطابق۔ یہ اس بات کا کھلا اعلان تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف جس سمت سے بھی رخ کیا جائے نماز درست ہوگی، دوسرا اعلان یہ بھی کہ چاروں مسالک برحق ہیں۔ سامراج سے مسلمانوں کے اتحاد کا یہ دل کش منظر دیکھا نہ گیا۔ اس اتحاد و محبت کو شیعہ کی نظر لگ گئی۔ مخالفتوں کی بادِ صرصر زوروں پر رہی۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے لیبیا کی راجدھانی طرابلس پر حملہ کر دیا، لیبیا مسلم ملک تھا، اٹلی کی حمایت میں پورا عالم کفر کھڑا تھا اور طرابلس کی پشت پناہی ترکی کے سوا کسی کو حاصل نہ تھی۔

۱۹۱۲ء کا وہ منحوس دور کون بھول سکتا ہے، جس میں بلقان خوں آشام جنگ کی زد میں آیا، سنگ دل یونانیوں نے ترک مسلمانوں پر قیامت توڑ دی۔ انہیں حوالۂ آتش کیا گیا، بستیاں خرابات میں تبدیل کر دی گئیں، کشت و خوں اور لوٹ کھسوٹ کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان والحفیظ۔ حالات اتنے بھیانک اور دل دوز

تھے کہ اس پر ایک صدی گزر جانے کے باوجود وہ درد اب بھی زندہ ہے۔

یہی وہ سفاک جنگ تھی کہ ہمارے ہندوستانی علما تڑپ گئے۔ شیخ الہند علیہ الرحمہ نے ترک کی حمایت میں فتوے شائع کرائے۔ دارالعلوم دیوبند کی تعلیم کو موقوف فرما کر طلبہ کو چندہ مہم پر لگا دیا۔ خود بھی جوش وخروش سے اس مہم کی قیادت کی۔ آپ ہی کے ایماء پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے بانی ڈاکٹر مختار احمد انصاری ۳۵/افراد پر مشتمل ڈاکٹروں کا ایک وفد لے کر ترک مجاہدین کی طبی امداد کو پہنچے اور آٹھ ماہ مسلسل قیام کیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے بھی زبردست مالی تعاون پیش کیا۔

علمائے دیوبند پر خلافت عثمانیہ کے تحفظ کی فکر کس درجہ غالب تھی، اس کا اندازہ اس سے بھی لگایئے کہ ان کے سرخیلِ اعظم حضرت شیخ الہند باوجودے کہ نقاہت غالب ہے۔ عمر آخری پڑاؤ پر ہے، جسم ناتوانی کا شکار ہے، مگر بہ ایں ہمہ ۱۹۱۵ء میں اپنے رفقاء کو لے کر حجاز مقدس پہنچے، وہاں ترکی کے گورنر غالب پاشا، وزیر دفاع انور پاشا اور کمانڈر جمال پاشا سے ملاقات کر کے خلافت بچانے کی حکمتِ عملی بنائی، لیکن وائے ناکامی!! راز کھل گیا اور شیخ الہند اپنے ہمراہیوں سمیت گرفتار کر لئے گئے۔ پھر نتیجہ وہی نکلا جس کا خدشہ تھا، ۱۹۲۳ء میں خلافت نے دم توڑ دیا اور ملک مصطفی کمال جیسے دین بیزار، مغرب پرست اور ملحد کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ یہی بدباطن ''کمال اتاترک'' بھی کہلاتا ہے۔

خلافت کا سقوط ملتِ اسلامیہ کے لئے صاعقۂ آسمانی تھا۔ ترکی کا وہ حشر ہوا کہ اس کا تصور بھی لہو رلاتا ہے۔ قرآن اور دینی تعلیم جرم بن گئی۔ عربی زبان ممنوع قرار دے دی گئی۔ اذان بھی پابندی کی زد میں آئی۔ حج کا سفر بھی بند کر دیا گیا۔ مغربی لباس اور تہذیب کو بزور نافذ کیا گیا۔ عورتوں کے لئے پردہ محظورات میں سے ٹھہر گیا۔ ایسے نام رکھنے کی تاکید کی گئی جن سے اسلامیت کی بو بھی آنے نہ پائے۔ اچھا خاصا اسلامی ملک دیکھتے ہی دیکھتے ذہنی آوارگی اور دینی بے راہ روی کا مرکز بن گیا، اسلام کا نام لینا بھی گردن زدنی قرار پایا۔

۱۹۵۰ء سے اسلام کی خنک ہوائیں پھر چلیں، صدر جلال بایار اور وزیر اعظم عدنان میندریس اس کا ذریعہ بنے، لیکن کمال اتاترک کی تربیت یافتہ لادین فوج نے ان کا تختہ پلٹ دیا، جلال بایار کو نظر بند، جب کہ عدنان میندریس کو بدعنوانی کے الزام میں تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا۔ پھر وہی سناٹا۔ ۱۹۹۶ء میں نجم الدین اربکان کی سیاسی جماعت ''قومی سلامتی پارٹی'' اقتدار میں آئی۔ اربکان اسلام پسند اور مذہب کے تئیں پر جوش حامی وداعی تھے، ان کی آمد نے اسلامی ہواؤں کا رخ ایک بار پھر تیز کر دیا، اسلامی شعائر پھر سے زندہ ہونے لگے، اس کا رشتہ ماضئ مرحوم سے ایک بار پھر جڑنے لگا، لیکن فوج کی لامذہبیت دوبارہ آڑے آئی اور اربکان معزول کر دیئے گئے، تاہم دینی مزاج کی وہ لہر جس کی شروعات جلال بایار کی مذہب پسندی سے ہوئی، ابھرتے، ڈوبتے توانا ہوتی رہی۔ اب رجب طیب اردغان کے دور میں ترکی اس

مقام پر کھڑا ہے کہ عالم اسلام بجاطور پر اس پر فخر کر رہا ہے۔

طیب اردوغان کمال کے قائد ہیں۔ مقناطیسی کشش رکھتے ہیں، عوام کے دل ودماغ پر ان کی حکومت ہے، انہوں نے ترکی کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کے لئے جو اقدامات کئے انہیں تاریخ کے اوراق میں سنہرے الفاظ میں لکھا جائے گا، ان کی ''انصاف وترقی پارٹی'' نے ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۷ء میں پارلیمانی انتخابات لگاتار جیتے اور دونوں میعادوں میں انہوں نے وزارت عظمیٰ کو رونق بخشی، ادھر اگست ۲۰۱۴ء سے ملک کے صدر ہیں۔ چند ماہ پیش تر اُن کے خلاف زبردست فوجی بغاوت ہوئی، مگر سرفروش عوام نے اس بغاوت کو کچل کر رکھ دیا، توپوں اور سنگینوں کے سامنے لیٹ کر جمہوری حکومت بچائی۔ ترکوں کی اس جاں سپاری کو ''خدا کی نصرت'' سے تعبیر کیا گیا۔ حال ہی میں ۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء کو ایگزیکٹیو صدارتی نظام لانے کے لئے ملک میں ریفرنڈم ہوا، جس میں اردوغان کو واضح کامیابی ملی، اس فتح کے نتیجے میں ۲۰۲۹ء تک وہ صدر رہ سکتے ہیں۔ ان کے اختیارات میں اس درجہ توسیع ہوئی ہے کہ کابینی وزراء کا تقرر، سینئر ججوں کا انتخاب اور پارلیمنٹ کی تحلیل بھی بے تکلف کر سکتے ہیں۔ ان کے عہد اقتدار میں ملک کی اقتصادیات بھی مستحکم ہوئیں، عالمی سیاست میں بھی ترکی کا قد بڑھا، رہی اسلام پسندی، تو وہ ترک قوم کے خون میں شامل ہے۔

اسلام پر ان کی جان نثاری کو ہم سلام کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ یوں ہی دین قیم کی خدمات میں مگن رہیں، تاکہ بنائے خلافت پھر استوار ہو اور ترکی خلافتِ اسلامیہ کا ایک بار پھر مرکز بنے۔

❂❂❂

یوپی میں یوگی کی حکومت کیا آئی، عوام کی شامت آ گئی، گائے کے نام پر ''دہشت گردی'' کو فروغ مل گیا۔ ملک بھر میں محافظینِ گاؤ (گئو رکھشک) اودھم مچارہے ہیں، بربریت عروج پر ہے۔ یہ غنڈے قانون ہاتھ میں لے کر کسانوں اور مویشی والوں کو بے رحمانہ مارتے ہیں، جوتوں، لاتوں، گھونسوں، اور ڈنڈوں کی ایسی برسات کہ یا تو آدمی مرجائے یا کام کا نہ رہے۔ زیادہ دن نہیں ہوئے، دادری میں اخلاق کو موت کی نیند سلایا گیا تھا، اب راجستھان کے الور میں بھی یہی کہانی دہرائی گئی۔ ۵۵/سالہ پہلو خان گائے خرید کر لے جارہے تھے، ان کے پاس قانونی کاغذات بھی تھے، معاملے کی رسید بھی تھی، مگر نام نہاد محافظینِ گاؤ نے پولیس کی موجودگی میں ہی پہلو خان اور ان کے ۱۵/ساتھیوں کی وہ پٹائی کی کہ انسانیت رو پڑی، چار ساتھی بری طرح زخمی ہوئے، جب کہ پہلو خان زخموں کی تاب نہ لاکر دنیا سے ہی چل بسے، یہ دردناک واقعہ ۵/اپریل کو پیش آیا۔ حادثے کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ محافظین گاؤ کی فوری داروگیر کی جاتی، ان کا احساسِ جرم بیدار کیا جاتا، ان کی مذمت کی جاتی، راجستھان حکومت نے ان غنڈوں کی پیٹھ تھپتھپادی۔ راجستھان کے وزیر داخلہ گلاب چند کٹاریہ نے پہلو خان اور ان کے ساتھیوں کو ہی مجرم

قرار دے ڈالا۔ اگرچہ پولیس نے ان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے، چھ نامزد افراد میں سے ۴؍دھر بھی لئے گئے ہیں، مگر آگے کیا ہوگا، خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ طرفہ تماشا یہ بھی ہے کہ پہلو خان اور ان کے رفقاء کو ''گئو اسمگلر'' ثابت کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

بی جے پی لیڈر گیان دیو آہوجہ نے تو پہلو خان کے قتل کو باقاعدہ جائز قرار دے دیا، اس سے بھی حیرت انگیز یہ کہ ٦؍اپریل کو راجیہ سبھا میں نشست ہوئی اور کانگریس نے الور سانحے کے خلاف ہنگامہ کیا تو پارلیمانی امور کے وزیر مختار عباس نقوی نے اس واقعے کا سرے سے انکار ہی کر دیا اور کہہ پڑے کہ ''الور واقعے'' سے وابستہ اخبارات کی ساری رپورٹیں غلط ہیں، وزیر موصوف کے اس تغافل کو کیا کہا جائے، جس واقعہ کی خبر امریکی اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' نے بھی شائع کر دی، ہمارے وزیر باتدبیر کو اس کی خبر تک نہیں ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ نقوی صاحب کس دنیا میں رہتے ہیں؟

حکومت کی یہی سرد مہری ہے کہ محافظین گاؤ کا قہر پورے ملک پر ٹوٹ رہا ہے، انہیں انتظامیہ کا ڈر ہے اور نہ قانون کا خوف۔ وہ کس قدر ڈھیٹ ہو چکے، اسے سمجھنا ہو تو ''گئو رکشا دل'' کے معاون انچارج پروین سوامی کا بیان سنئے۔ وہ برملا کہتا ہے کہ اگر گئو اسمگلنگ سے وابستہ لوگ ہمارے عقیدے کے ساتھ کھلواڑ کریں گے تو ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جیسا پہلو خان کے ساتھ ہوا۔

گائے کے نام پر قہر کے یہ جراثیم کشمیر تک پہنچ گئے ہیں، ۲۱؍اپریل کو جموں کشمیر کے ضلع ''ریاسی'' میں محافظینِ گاؤ نے ایک خاندان کے کئی افراد پر لوہے سے حملہ کر دیا، جن میں سے ۵؍شدید زخمی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق گاؤ پرستوں نے خانہ بدوش گوجر بکروال کنبے پر تلوار اعلاقے میں اس وقت حملہ کر دیا جب وہ اپنے مویشی لے کر کہیں جا رہے تھے، مویشیوں کے ریوڑ میں بکریوں اور بھیڑوں کے علاوہ ۱٦؍گائیں بھی شامل تھیں۔ ان کے خلاف بھی ایف آئی آر درج ہو چکی ہے۔ ۱۱؍افراد پکڑے بھی گئے ہیں۔

ادھر کرناٹک کے اڈوپی علاقے میں بھی یہی دہشت گردی چلی، ۱۳؍''محافظین گاؤ'' نے قبائیلوں کی ایک تقریب میں گھس کر حملہ کر دیا، یہ تقریب منگنی کی تھی۔ حملہ آوروں نے گالیاں دیں، گھر جلانے کی دھمکی بھی دی۔ تعجب انگیز یہ کہ محافظین گاؤ تنہا ہی نہیں، پولیس کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے، ان کا جواز یہ تھا کہ منگنی کی اس تقریب میں گاؤ کشی ہوئی تھی، اس سے بھی زیادہ حیران کن یہ کہ پولیس شکایت کرنے والوں کو ہی گرفتار کر کے لے گئی۔ ظالم چھوٹ گئے اور مظلوم سلاخوں میں۔

اب صوبہ آسام کے نوگاؤں ضلع کا رخ کیجئے، یہاں پہلو خان جیسا سانحہ ایک بار پھر دہرایا گیا، ضلع کے کاسی ماری علاقے کے دو نوجوانوں کو گاؤ پرستوں نے پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دیا، لگے ہاتھوں ان پر یہ الزام بھی جڑ دیا کہ یہ دونوں گائے چرا کر لے جا رہے تھے، تعجب ہوگا کہ جس وقت انہیں تختۂ مشقِ ستم بنایا

جارہا تھا، پولیس موجود تھی، پولیس سپرنٹنڈنٹ نے مصنفانہ تحقیقات کا یقین دلایا ہے، مگر جرائم پیشہ لوگ اس کی پہنچ سے ہنوز دور ہیں۔ یہ سانحہ رواں ماہ یکم مئی کا ہے۔

یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ جب جرائم پیشوں کی حوصلہ افزائی ہونے لگے اور انہیں کسی ٹھوس کارروائی کا خدشہ نہ ہو تو انارکی پھیلنا فطری ہے، ان کی دہشت گردی کے فروغ کو پھر کون روک سکتا ہے؟ تحفظِ گائے کے نام پر غنڈہ گردی کرنے والے اب بھینس والوں پر بھی عتاب توڑنے لگے۔ ۲۳؍اپریل کو جنوبی دہلی کے حساس علاقے میں تین مسلم نوجوانوں کو جانوروں کے حقوق کی ایک تنظیم کے کارکنوں نے اس قدر زدوکوب کیا کہ انہیں ایمس میں داخل کرنا پڑا، ان میں سے ایک کی حالت نازک بنی ہوئی ہے۔ یہ لوگ بھینسوں کو ذبح کرنے کے لئے گڑگاؤں سے غازی پور منڈی لے جارہے تھے۔ حملہ آور''پیپل فار این میلس'' کے کارکنان تھے، یہاں بھی وہی قصہ ہے، مجرمین کی بجائے متاثرین پر ہی مقدمہ درج۔

ملک میں گائے گائے اس قدر چل رہی ہے یوں معلوم ہورہا ہے کہ ہندوستان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ گائے کا ہی رہ گیا ہے۔ اس قضیے میں اب تک ۹؍افراد موت کا جام پی چکے۔ تشدد کا شکار ہونے والوں کی تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ گائے کے تحفظ کے تئیں حکومت بھی سنجیدہ ہے، انسانوں کے''آدھار'' کے ساتھ گایوں کے''آدھار'' کی بھی کوششیں جاری ہیں۔ گجرات میں گاؤکشی کے قصورواروں کی سزا عمر قید رکھی گئی ہے، ۳۶؍گڑھ نے اس سے بھی دس قدم آگے بڑھتے ہوئے اپنی بالادستی کی نمائش کرائی ہے۔ وزیراعلیٰ رمن سنگھ نے اپنا جلال دکھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ گاؤکشی کرنے والوں کو پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ آرایس ایس سربراہ موہن بھاگوت کہتے ہیں کہ پورے ملک میں''گاؤکشی'' پر قانون لانا چاہئے اور ہر جگہ اس کے ذبح پر پابندی ہونی چاہئے۔ کیرالا، گوا اور مغربی بنگال میں گاؤکشی پر قدغن نہیں۔

گائے کے نام پر قہر برپا کرنے والوں کے خلاف شکایت اب سپریم کورٹ تک پہنچ گئی ہے، ۱۷؍اپریل کو عدالتِ عظمیٰ نے تحفظ گاؤ سے متعلق تنظیموں پر پابندی سے متعلق مرکز اور چھ ریاستوں کو نوٹس دے کر پوچھا ہے کہ کیوں نہ ان جماعتوں پر پابندی لگا دی جائے؟ محافظینِ گاؤ کی دہشت گردی کے خلاف درخواست گزار کی جانب سے سینئر وکیل سنجے ہیگڑے نے اپنی دلیل میں غنڈہ گردی کرنے والوں کے مظالم بھی بیان کئے۔ عدالت عظمیٰ نے تین ہفتوں کے اندر جواب داخل کرنے کی ہدایت دی ہے، اگلی سماعت کے لئے ۳؍مئی کی تاریخ مقرر کی گئی۔

عدالتِ عظمیٰ تک یہ قضیہ پہنچ ہی گیا ہے تو اسے چاہئے کہ مسئلے کا جلد از جلد حل نکال ہی لے، ورنہ گائے کے نام پر شرپسند عناصر ملک کے امن وامان کو تاراج کرتے رہیں گے۔

❁❁❁

۲۴/اپریل کو بی جے پی کی حکومت والی ریاست ۳۶ گڑھ میں ماؤنوازوں نے سی آر پی ایف کے ۲۶/جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس دہشت گردانہ کارروائیوں سے پورا ملک سکتے میں ہے، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مادروطن کو کس قسم کے مسائل کا سامنا ہے اور لوگ ملک کو کدھر لے جانا چاہتے ہیں۔ ماؤنوازوں کی تعداد ۳۰۰/کے قریب تھی جب کہ سی آر پی ایف کے جوانوں کی تعداد ۹۰۔ اس واقعہ کو ماؤنوازوں کی ملٹری بٹالین کی کمپنی نمبر ایک نے انجام دیا ہے، جس کی قیادت سوستانی کر رہا ہے، حملہ میں ۲۶/جوانوں نے تو جان گنوائی ہی، ۸/سپاہی غائب بھی ہوئے ہیں۔ دہشت گردوں نے ان کے ہتھیار بھی لوٹ لئے۔ یہ دردناک سانحہ چھتیس گڑھ کے سکما ضلع میں پیش آیا۔

یہ سانحہ اس قدر اذیت ناک ہے کہ پورا ملک سہم گیا اور جوانوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے میں کسی نے کوئی تاخیر نہیں کی، وزیر اعظم نے تو یہاں تک کہا کہ ''شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا''۔ وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ بھی اپنے غصے کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنے سے نہیں چوکے کہ ''جوانوں کا خون بیکار جانے نہیں دیں گے'' انہوں نے اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے ۱۰/ریاستوں کا اعلیٰ سطحی اجلاس بھی طلب کیا ہے۔ یہ اجلاس ۸/مئی کو ہوگا۔ اس میٹنگ میں ان ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ سمیت وہاں کے چیف سکریٹری اور ڈی جی پی شرکت کریں گے۔ ان کے علاوہ ماؤنوازوں سے متاثرہ ۳۵/اضلاع کے ضلع مجسٹریٹ اور ایس پی بھی شامل ہوں گے۔ نیم فوجی دستے کے ڈی جی پی بھی اس اجلاس کا حصہ بنیں گے۔

ماؤنوازوں کو نکسلی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے جو شمالی بنگال کے چھوٹے سے گاؤں ''نکسل باڑی'' کی طرف منسوب ہے، چین میں کمیونسٹ انقلاب کا بانی ''ماؤزے تنگ'' تھا، یہ تنظیم اسی کے نظریے سے متاثر ہے۔ نکسل باڑی سے بنیادی تعلق کی بناء پر تنظیم کے ذمہ داروں کو نکسلی اور ''ماؤزے تنگ'' کے نظریے سے ہم آہنگ ہونے کی بناء پر انہیں ہی ماؤنواز بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی شروعات ۱۹۶۷ء میں ہوئی، اب اس کے ۵۰/سال پورے ہونے جارہے ہیں۔ اس تحریک کے اہداف میں ملک میں دبے کچلے لوگوں کو برابری کا حق دلانا اور ملک میں ایک بہتر نظام قائم کرنا ہے، اس کے نظریے کے مطابق انقلاب کے لئے تشدد ضروری ہے۔ یہ تحریک بنگال سے نکل کر بہار، اڑیسہ، آندھرا، مدھیہ پردیش، کیرالہ، جھارکھنڈ، مہاراشٹر اور اتر پردیش تک پھیل چکی ہے۔

ان پچاس برسوں میں ملک کہاں سے کہاں نکل گیا، انقلابات نے تہذیبیں زیروزبر کردیں۔ ترقیات کا نیا دور ہندوستان نے دیکھا، خود نکسلیوں کے مطالبے بھی پورے کئے گئے، لیکن بات جہاں تھی، وہیں ہے۔ تشدد کا راستہ بند نہیں ہوا۔ افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ حکومت انہیں نکسلی کہنے پر اکتفا کرتی ہے حالاں کہ وہ خطرناک دہشت گرد ہیں۔ حکومت اگر کامیابی چاہتی ہے تو ان کے خلاف فوج کو میدان میں

اتارے اور ''خس کم جہاں پاک'' کا عملی نمونہ پیش کرے۔

❁❁❁

کشمیر کے حالات پڑھ کر کلیجہ منھ کو آتا ہے، یہ دل فریب وادی کیا سے کیا ہوگئی!! جنت نظیر ریاست پر اب لو کے تھپیڑے ہیں۔ احتجاج، جھڑپیں، بدانتظامی، انارکی۔ عوام کی زندگی جہنم زار بن گئی ہے۔ انسانی جانوں کا زیاں تو یہاں آئے دن کا معمول ہے۔ سری نگر کا ضلع بڈگام جو اپنی امن پسندی کے لیے مشہور تھا، ۹ر اپریل کو ضمنی الیکشن کے موقع پر خون سے لالہ زار ہوگیا۔ ۷ر مظاہرین جاں بحق ہو گئے۔ گولیاں، چھرے اور آنسو گیس کے شیل لگنے سے متعدد نوجوان زخمی بھی ہیں، ۲۷ر اپریل کو کپواڑہ میں آرمی کیمپ پر خودکش حملہ ہوا، جس میں ۳ر فوجی جاں بحق ہوئے، جواب میں دونوں فدائین بھی موت کے گھاٹ اتر گئے، رواں ماہ ۴ر مئی کو شوپیان میں سویلین ڈرائیور نذیر احمد کی ہلاکت کے بعد کاروبارِ زندگی معطل ہے، میر واعظ عمر فاروق نظر بند دیئے گئے۔ پاکستان سے جھڑپوں اور خوں ریزیوں کے علاوہ شہری حالات بھی ناگفتہ بہ ہیں۔ کئی مہینے ہو گئے، مگر وقت کی رفتار وہیں کی وہیں ہے۔ بے چینی، بے اطمینانی اور مظالم کی داستان طویل تر ہوتی جارہی ہے۔ صورت حال اس حد تک کشیدہ ہیں جموں وکشمیر کی وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی کو دہلی کا رخ کرنا پڑا اور ماحول کی سازگاری کے لئے وزیر اعظم سے ملاقات کے سوا کوئی رہ نہ رہا۔ جموں وکشمیر میں اس وقت پی ڈی پی کی حکومت ہے، جس میں بھارتی جنتا پارٹی بھی حصے دار ہے۔ وقت جیسے جیسے گزر رہا ہے، صورتِ حال میں پیچیدگی اور ابتری بڑھتی جارہی ہے، بدترین سیاسی بحران کے باعث ۱۸ر اپریل کو کشمیر کے تمام اعلیٰ تعلیمی ادارے بھی بند کر دیئے گئے تھے۔ احتجاجی مظاہروں نے معمولاتِ زندگی ایسی درہم برہم کردی ہے کہ بیان سے باہر۔

ایک طرف یہ سنگین فضا ہے اور دوسری طرف بی جے پی لیڈران کی اشتعال انگیزی۔ بھگوا پارٹی کے نمایاں لیڈر رسبرامنیم سوامی ۱۸ر اپریل کو نہایت بے تکا بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کشمیریوں کو تمل ناڈو کے پناہ گزیں کیمپوں میں منتقل کر دیا جائے، اسی سے بغاوت کچل جائے گی۔ یہی اس مسئلہ کا واحد حل ہے۔ جس طرح انہوں نے کشمیری پنڈتوں کو نکالا تھا، انہیں بھی نکال دیا جائے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ کشمیر کی فضا دن بدن مکدر ہوتی جارہی ہے، مگر اسے پٹری پر لانے کا کوئی انتظام نہیں ہو رہا۔ صوبائی اور مرکزی حکومت نے یہی لاپروائی دکھائی تو بات مزید بگڑے گی ہی۔ سابق مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے کشمیر کی نازک صورتِ حال کا درست ادراک کرتے ہوئے کہا ہے کہ کشمیر ہمارے ہاتھوں سے پھسلتا جارہا ہے۔ ۱۶ر اپریل کو انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہتھیار اٹھانے والوں اور کشمیر کو پاکستان کے ساتھ ملانے والوں کی تعداد محض سینکڑوں میں ہے، جب کہ کشمیری عوام کی اکثریت آزادی کی خواہاں ہے۔ انگریزی روزنامہ ''انڈین ایکسپریس'' میں وہ یہ لکھنے سے بھی نہیں چوکے کہ کشمیر عوام کی بے

گا نگی تقریباً مکمل ہو چکی ہے،نوشتۂ دیوار بالکل صاف ہے،ہم کشمیر کھونے کے دہانے پر ہیں۔

کشمیر میں وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی بھی اس نزاکت کو بھانپ چکی ہیں اور کش مکش میں ہیں کہ کشمیر کا مستقبل کیا ہوگا؟محبوبہ کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ اپنے اتحادی سے عدم تعاون کا بھی درپیش ہے۔کشمیری وزیر اعلیٰ کہتی ہیں کہ موجودہ حالات سے باہر نکلنے کے لئے حریت پسندوں سمیت تمام فریقوں سے بات چیت ضروری ہے۔وہ سوالیہ لہجے میں کہتی ہیں کہ آخر ہم کب تک اپنے لوگوں کے ساتھ ٹکراؤ کا راستہ اپنائیں گے ؟اپنے موقف پر ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان کے والد مفتی محمد سعید نے جموں وکشمیر کو بدامنی سے باہر نکالنے کا خاکہ پیش کیا تھا جس میں حریت سمیت تمام فریقوں سے مذاکرات کی بات بھی شامل ہے،اس کے علاوہ سابق وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی کے دورِ اقتدار میں بھی حریت سے بات چیت ہوئی تھی۔

محبوبہ مفتی کے اس نظریے کے برعکس مرکزی حکومت حریت پسندوں سے مذاکرات ہی نہیں چاہتی۔عدالت عالیہ نے گذشتہ دنوں مرکز سے کہا تھا کہ وہ کشمیری اقتدار اور عوام سے بات کرے،اس کے جواب میں مرکزی حکومت کہتی ہے کہ آزادی کا مطالبہ کرنے والے علیحدگی پسند لیڈران سے کوئی بات نہیں کی جائے گی۔وادی میں قیام امن کے لئے تسلیم شدہ سیاسی پارٹیاں اگر مذاکرات چاہتی ہیں تو ضرور کریں،ان سے مذاکرات بہر حال ممکن ہیں۔مودی حکومت کا یہ جواب مودی کے اس وعدے کے قطعی خلاف ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مسٹر واجپئی کی پالیسیاں ان کے لئے مشعل راہ ہیں۔

۲۰/اپریل کو جموں کے ایک عوامی جلسے میں مودی نے کہا تھا کہ کشمیری عوام کے پاس دو راستے ہی رہ گئے ہیں،وہ یا تو دہشت گردی کریں گے یا سیاحت،تیسرا کوئی راستہ نہیں۔انہوں نے کشمیری جوانوں کو صحیح راستے پر آنے کی تلقین کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ کچھ نوجوان پتھر مارتے ہیں تو کچھ پتھر کاٹ کر ملک کا مستقبل سنوارتے ہیں۔مسٹر مودی نے کشمیریوں کا حال تو بیان کردیا مگر وہاں کی بگڑتی صورتِ حال کے لئے بظاہر کوئی منصوبہ نہیں ہے۔صوبائی حکومت کے ساتھ مرکز بھی بے بس ہے۔حکومت کا یہ موقف نظر ثانی کے لائق ہے کہ وہ حریت پسندوں سے کسی قیمت پر بھی بات نہ کرے گی۔جب تک باہمی مذاکرات نہیں ہوں گے۔زمینی حقائق کا اندازہ لگانا قطعی مشکل ہے۔حکومت کو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ کشمیر کا مسئلہ طاقت سے نہیں،تبادلۂ خیال سے ہی حل ہوگا،اس کے سوا اس کا کوئی حل نہیں ہے۔

❁❁❁

(آخری قسط)

قادیانی فتنہ
اور حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

فیروز پور پنجاب میں تاریخی مناظرہ

اسی زمانہ میں چھاؤنی فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں کا ایک خاصا جتھا جمع ہو گیا تھا۔ یہ لوگ وہاں کے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اور اپنے دستور کے موافق عوام مسلمانوں کو مناظرہ ومباحثہ کا چیلنج کیا کرتے اور جب کسی عالم سے مقابلہ کی نوبت آتی تو راہِ گریز اختیار کرتے۔ اسی زمانہ میں ضلع سہارن پور کے رہنے والے کچھ مسلمان جو فیروز پور میں بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے ان لوگوں نے روز روز کی جھک جھک کو ختم کرنے کے لیے خود قادیانیوں کو دعوتِ مناظرہ دے دی۔

قادیانیوں نے سادہ لوح عوام سے معاملہ دیکھ کر بڑی دلیری اور چالاکی کے ساتھ دعوتِ مناظرہ قبول کر کے بجائے اس کے کہ مناظرہ کرنے والے علماء سے شرائط مناظرہ طے کرتے انہیں عوام سے ایسی شرائط مناظرہ پر دستخط لے لیے جن کی رو سے فتح بہر حال قادیانی گروہ کی ہو۔ اور اہل اسلام کو مقررہ شرائط کی پابندی کی وجہ سے ہر قدم پر مشکلات درپیش ہوں۔

ان عوام مسلمین نے مناظرہ اور شرائط کے کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے چند علماء کو دعوت دی جو قادیانیوں سے مناظرہ کریں۔

مہتمم دارالعلوم مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے اس کام کے لیے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب اور احقر تجویز ہوئے۔ ادھر قادیانیوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم نے اپنی من مانی شرائط میں مسلم مناظرین کو جکڑ لیا ہے اپنی قوت محسوس کی اور قادیانیوں کو پوری طاقت فیروز پور میں لا ڈالی۔ ان کے سب سے بڑے عالم اس وقت سرور شاہ کشمیری اور سب سے بڑے مناظرے حافظ روشن علی اور عبدالرحمن مصری وغیرہ تھے یہ سب اس مناظرے کے لیے فیروز پور پہنچ گئے۔

ہم چار افراد حسب الحکم دیوبند سے فیروز پور پہنچے تو یہاں پہنچ کر چھپا ہوا پروگرام مناظرہ اور شرائط مناظرہ کا نظر سے گزرا۔ شرائط مناظرہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ان میں ہر حیثیت سے قادیانی گروہ کے لیے آسانیاں اور اہل اسلام کے لیے ہر طرح کی بیجا پابندیاں عوام نے اپنی ناواقفیت کی بناء پر تسلیم کی ہوئی ہیں۔ اب ہمارے لیے دو ہی راستے تھے کہ یا ان مسلمہ فریقین شرائط مناظرہ کے ماتحت مناظرہ کریں جو ہر حیثیت سے ہمارے لیے مضر تھیں یا پھر مناظرہ سے انکار کردیں کہ ہم ان شرائط کے ذمہ دار نہیں ہوسکتے جو بغیر ہماری شرکت کے طے کرلی گئی ہیں۔ لیکن دوسری شق پر مقامی مسلمانوں کی بڑی خفت اور سبکی تھی اور قادیانیوں کو اس پروپیگنڈے کا موقع ملتا کہ علماء نے مناظرہ سے فرار کیا اس لیے ہم سب نے مشورہ کرکے مناظرہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور بذریعہ تار صورت حال کی اطلاع حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو دے دی۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوگیا۔ ابھی شروع ہی تھا، عین مجلس مناظرہ میں نظر پڑی کہ حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما مع چند دیگر علماء کے تشریف لا رہے ہیں۔ ان کی آمد پر ہم نے کچھ دیر کے لیے مجلس مناظرہ ملتوی کی اور ان حضرات کو صورت حال بتلائی۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ جائیے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرطیں اپنی پسند کے موافق عوام سے طے کرالی ہیں اتنی ہی اور لگا، لو ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ تم چوروں کی طرح عام ناواقف مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے عادی ہو۔ کسی شرط اور کسی طریق پر ایک مرتبہ سامنے آکر اپنے دلائل بیان کرو اور ہمارا جواب سنو، پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو! حضرتؒ کے ارشاد کے موافق اسی کا اعلان کردیا گیا۔ اور مناظرہ جاری ہوا۔ ان اکابر کو مناظرہ کے لیے پیش کرنا ہماری غیرت کے خلاف تھا۔ اس لیے پہلے دن مناظرہ مسئلہ ختم نبوت پر احقر نے کیا۔ دوسرے تیسرے دن حضرت مولانا بدر عالم اور مولانا ادریس صاحب نے دوسرے مسائل پر مناظرہ کیا۔

یوں تو مناظرہ کے بعد ہر فریق اپنی اپنی کہا ہی کرتا ہے، لیکن اس مناظرے میں چونکہ عموماً تعلیم یافتہ طبقہ شریک تھا، اس لیے کسی فریق کو دھاندلی کا موقع نہ تھا۔ پھر اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا۔ اس کا جواب فیروز پور کے ہر گلی کوچہ سے دریافت کیا جاسکتا تھا کہ قادیانی گروہ کو کس قدر رسوا ہوکر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ خود اس گروہ کے تعلیم یافتہ وسنجیدہ طبقہ نے اس کا اقرار کیا کہ قادیانی گروہ اپنے کسی دعوے کو ثابت نہیں کرسکا اور اس کے خلاف دوسرے فریق نے جو بات کہی قوی دلیل کے ساتھ کہی۔

مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہما کی تقریریں قادیانی مسئلہ کے متعلق ہوئیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں

ایک یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دجل کے شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ اورتقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔

حضرت شاہ صاحب کا دورہ پنجاب

۱۳۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کی کوشش سے بذریعہ تصنیف وتحریر قادیانی دجل وفریب کا پردہ پوری طرح چاک کر دیا گیا اور قادیانیت سے متعلق ہر مسئلہ پر مختلف طرز و انداز کے بیسیوں رسائل شائع ہو چکے تو آپ نے اس کی بھی ضرورت محسوس فرمائی کہ ناخواندہ عوام کا طبقہ جو زیادہ کتابیں نہیں پڑھتا اور قادیانی مبلغین چل پھر کر ان میں اپنا دجل پھیلاتے ہیں اور مناظرہ ومباہلہ کے جھوٹے چیلنج ان کو دکھاتے پھرتے ہیں ان لوگوں کی حفاظت کے لیے پنجاب کے مختلف شہروں ایک تبلیغی دورہ کیا جائے۔

پنجاب وسرحد کے دورہ کا پروگرام بنا۔علمائے دیو بند کی ایک جماعت ہمرکاب ہوئی۔اس جماعت میں حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ اکابرین میں سے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ حضرت مولانا مرتضی حسن صاحبؒ شریک تھے۔اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند، حضرت مولانا بدر عالم صاحب، حضرت مولانا ادریس صاحب اور مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی اور احقر ناکارہ شامل تھے۔یہ علم کے پہاڑ اور تقوے کے پیکر پنجاب کے ہر بڑے شہر میں پہنچے اور مرزائیت کے متعلق اعلانِ حق کیا۔منکرین کو رفع شبہات کی دعوت دی۔لدھیانہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ کھوٹہ وغیرہ میں ان حضرات کی بصیرت افروز عالمانہ تقریریں ہوئیں۔ مرزائی دجال جو آئے دن مناظرہ ومباہلہ کے چیلنج عوام کو دکھانے کے لیے پھرا کرتے تھے ان میں سے ایک سامنے نہ آیا۔معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔

اس پورے سفر میں عام مسلمانوں نے جاء الحق وزھق الباطل کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھ لیا۔

بھاولپور کا معرکۃ الآراء تاریخی مقدمہ

حضرت شاہ صاحب اور دیگر اکابر علماء کے بیانات، مرزائیوں کے مرتد ہونے کا فیصلہ:

۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ ریاست بھاولپور کی ایک مسلمان عورت کا دعویٰ اپنے شوہر کے مرزائی ہو جانے کی وجہ سے نکاح کے فسخ ہونے کے متعلق بھاولپور کی عدالت میں دائر ہوا۔اور سات سال تک یہ مقدمہ بھاولپور کی ادنیٰ اعلیٰ عدالتوں میں دائر رہتے ہوئے آخر میں دربار معلی بھاولپور میں پہنچا۔ ۱۹۳۳ء

میں دربارِ مغلی نے پھر عدالت میں یہ لکھ کر واپس کیا کہ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تنقیح کرنا ضروری ہے۔ دونوں فریق کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے علماء کی شہادتیں پیش کریں اور دونوں طرف کے مکمل بیانات سننے کے بعد اس مسئلہ کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے۔

اب مدعیٰ علیہ مرزائی نے اپنی حمایت کے لیے قادیان کی طرف رجوع کیا۔ قادیان کا بیت المال اور اس کے رجالِ کار مقدمہ کی پیروی کے لیے وقف ہو گئے۔ ادھر مدعیہ بیچاری ایک غریب گھرانے کی لڑکی نہایت کس مپرسی میں وقت گزار رہی تھی۔ اس کی قدرت سے قطعات خارج تھا کہ ملک کے مشاہیر علماء کو جمع کر کے اپنی شہادت میں پیش کر سکے یا اس مقدمہ کی پیروی کر سکے۔ مگر الحمد للہ بھاولپور کے غیور مسلمانوں کی انجمن موید الاسلام نے زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد حسین صاحب شیخ الجامعہ بھاولپور اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا۔ اور ملک کے مشاہیر علماء کو خطوط لکھ کر اس مقدمہ کی پیروی اور شہادت کے لیے طلب کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دے رہے تھے اور کچھ عرصہ سے علالت کے سبب رخصت پر دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ طولِ علالت سے نقاہت بے حد ہو چکی تھی۔

لیکن جس وقت یہ معاملہ آپ کے سامنے آیا تو مسئلہ کی نزاکت اور ہیئت کے قوی احساس نے آپ کو اس کے لیے مجبور کر دیا کہ اپنی صحت اور دوسری ضرورتوں کا خیال کئے بغیر وہ بھاولپور کا سفر کریں۔

آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش فرمایا بلکہ ملک کے دوسرے علماء کو بھی ترغیب دے کر شہادت کے لیے جمع فرمایا۔

یہ واقعہ تقریباً ۱۳۵۰ھ کا ہے جب کہ احقر ناکارہ بحیثیت مفتی دار العلوم دیوبند فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہا تھا۔

انجمن موید الاسلام بھاولپور کی دعوت کے علاوہ استاذ محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ایماء بھی میری حاضری کے متعلق معلوم ہوا۔ احقر نے حاضری کا قصد کر لیا۔

لیکن حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ کو جو خداداد شغف دینی ضرورتوں کے ساتھ تھا اور آپ کو بے چین کیے رکھتا تھا اس کی وجہ سے آپ نے تاریخ مقدمہ سے کافی پہلے بھاولپور پہنچ کر اس کام کو پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے کا فیصلہ فرما کر سب بیانات کے اختتام تک تقریباً بیس پچیس روز بھاولپور میں قیام فرمایا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا پرشوکت عالمانہ بیان جو کمرۂ عدالت میں ہوا اس کی اصل کیفیت تو صرف انہی

لوگوں کے دل سے پوچھئے جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہے۔ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مختصر یہ کہ اس وقت کمرۂ عدالت دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث نظر آتا تھا۔ عدالت اور حاضرین پر ایک سکتہ کا عالم تھا۔ علوم ربانی کے حقائق ومعارف کا دریا تھا جو امڈا چلا جاتا تھا۔ تین روز مسلسل بیان ہوا۔ تقریباً ساٹھ سو صفحات پر قلم بند ہوا۔ یہ بیان اور دوسرے حضرات کے بیانات جو ایک مستقل جلد میں طبع ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف ردّ مرزائیت کے لیے بلکہ اسلام وایمان اور کفر وارتداد کی پوری حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک نادر مجموعہ ہیں۔

اس مقدمہ میں کیا ہوا؟ اس کی پوری تفصیل تو اس مفصل فیصلہ سے معلوم ہو سکتی ہے جو عدالت کی طرف سے ۷؍فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳؍ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ کو دیا گیا۔ اور جو اسی وقت بزبان اردو ایک سو باون صفحات پر شائع ہو چکا تھا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام حضرت مولانا محمد صادق صاحب استاذ جامعہ عباسیہ بھاولپور وحال ناظم امور مذہبیہ بھاولپور کے دست مبارک سے ہوا۔ اس مقدمہ کی پیروی، علماء کے اجتماع، ان کی ضروریات کا انتظام بھی مولانا موصوف ہی کے ہاتھوں انجام پایا تھا اور مولانا سے میرا پہلا تعلق اسی سلسلہ میں پیدا ہوا۔ آپ نے اس فیصلہ کے شروع میں ایک مختصر تمہید لکھی ہے۔ اس کے چند جملے نقل کر دینے سے کسی قدر حقیقت پر روشنی پڑ سکتی ہے، وہ یہ ہیں:

مدعیہ کی طرف سے شہادت کے لیے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا سید حسن صاحب چاند پوری، حضرت مولانا نجم الدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ومولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی توجہ کے لیے جذب مقناطیسی کا کام کیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمہ کو غیر فانی شہرت حاصل ہوگئی۔ حضرات علمائے کرام نے اپنی اپنی شہادتوں میں علم وعرفان کے دریا بہا دیئے اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور فریق مخالف کی جرح کے نہایت مسکت جواب دیئے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحبؒ نے ایمان، کفر، نفاق، زندقہ، ارتداد، ختم نبوت، اجماع، تواتر، متواترات کے اقسام، وحی، کشف اور الہام کی تعریفات اور ایسے اصول وقواعد بیان فرمائے جن کے مطالعے سے ہر ایک انسان علی وجہ البصیرت بطلان مرزائیت کا یقین کامل حاصل کر سکتا ہے۔ پھر فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی، مقدمہ کی پیروکاری اور شہادت پر جرح کرنے اور قادیانی دجل وتزویر کو آشکارا کرنے کے لیے شہرہ آفاق مناظر، حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی شاہ جہاں پوری تشریف لائے۔ مولانا موصوف مختار مدعیہ ہو کر تقریباً ڈیڑھ سال مقدمہ کلی پیروکاری فرماتے رہے۔ فریق ثانی کی شہادت پر ایسی باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ

ضالہ کا ارتداد آشکار عالم کر دیا۔فریقین کی شہادت ختم ہونے کے بعد مولانا موصوف نے مقدمہ پر بحث پیش کی اور فریق ثانی کی تحریری بحث کا تحریری جواب الجواب نہایت مفصل اور جامع پیش کیا۔کامل دو سال کی تحقیق و تنقیح کے بعد عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر نے اس تاریخی مقدمہ کا بصیرت افروز فیصلہ ۷رفروری ۱۹۳۵ء بحق مدعیہ سنایا۔یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً بےنظیر و بے عدیل ہے۔مسلمانانِ ہند کی بہرہ اندوزی کی خاطر اس فیصلہ کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ مواد مقدمہ کی تیسری جلد ہے اس سے پہلے دو جلدیں اور ہوں گی۔

جلد اوّل میں حضرات علماء کرام کی مکمل شہادتیں اور جلد ثانی میں حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہ جہاں پوری کی بحث اور جواب الجواب شائع کیا جائے گا۔باقی رہا یہ سوال کہ یہ دونوں جلدیں کب شائع ہوں گی۔اس کا جواب مسلمانانِ ہند کی ہمت افزائی پر موقوف ہے۔یہ تیسری جلد جتنی فروخت ہوگی اسی انداز سے پہلی دو جلدوں کی اشاعت میں آسانی ہوگی۔حضرات علماء کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزائیت کا بےنظیر ذخیرہ ہے۔اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہوگئیں تو تردید مرزائیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعات حاجت نہ رہے گی۔''

اس مقدمہ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے حکم کی بنا پر پہلا بیان اس احقر کا ہوا۔تین روز بیان اور ایک دو روز جرح ہوکر تقریباً ساٹھ صفحات پر بیان مرتب ہوا۔

پہلا بیان تھا۔ابھی لوگوں نے اکابر کے بیان سنے نہ تھے۔سب نے بے حد پسند کیا۔مجھے یاد ہے کہ دورانِ بیان میں بھی اور مکان پر آنے کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کے ساتھ اپنی مسرت کا اظہار فرماتے تھے۔اور اس ناکارہ آوارہ کے پاس دین و دنیا کا صرف یہی سرمایہ ہے کہ اللہ والوں کی رضا، رضائے حق کی علامت ہے۔واللہ تعالیٰ امثال ان یلحقنی بالصالحین۔

فتنۂ مرزائیت پر حضرت شاہ صاحب کی اپنی تصانیف

مرزائیت کے متعلق تمام ضروری مسائل پر کافی سے زائد رسائل و کتب حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے ارشاد و ایماء کی بناء پر لکھے جا چکے تھے۔لیکن ایک مسئلہ ہنوز تشنہ باقی تھا کہ مرزائیوں کے نماز روزہ اور تلاوتِ قرآن اور کلمہ اسلام پڑھنے سے عام مسلمانوں اور خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کو سخت اشتباہ تھا کہ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ان کو اسلام سے خارج کیسے کہا جا سکتا ہے۔بلکہ اس معاملہ میں بعض اہل علم کو بھی یہ اشکال تھا کہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کی تکفیر نیز جو شخص کسی تاویل کی بناء پر خلافِ شرع عقیدہ کا قائل ہو اس کی تکفیر میں علمائے اہل حق نے بہت کلام کیا ہے۔اس لیے اس مسئلہ پر حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ

نے خود قلم اٹھایا اور ایک رسالہ بنام اکفار الملحدین و المتاولین فی شئی من ضروریات الدین جس میں اس مسئلہ کو قرآن وحدیث اور تصریحاتِ سلف کی روشنی میں آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح فرمادیا۔

بلکہ کفر وایمان کی مکمل حقیقت، اہل قبلہ اور کلمہ گو کی شرعی تعریف پر ایک نہایت جامع تصنیف فرمادی۔ جس میں اس بات کو بھی واضح کردیا گیا کہ اگر کسی عقیدہ کفریہ میں مطلقاً تاویل کو مانع کفر قرار دیا جائے تو دنیا میں کوئی کافر کافر نہیں رہ سکتا کیوں کہ ہر کافر کچھ نہ کچھ تاویل اپنے عقیدۂ فاسدہ کی کرتا ہے۔ بلکہ فیصلہ یہ ہے کہ اسلام کے وہ احکام جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں (جن کو اصطلاحِ فقہ وکلام میں ضروریات دین کہا جاتا ہے) جیسے ان کا انکار صریح کفر وارتداد ہے اسی طرح تاویل کرکے جمہور امت کے خلاف ان کے نئے معنی بتانا بھی کفر وارتداد ہے (یہ کتاب عربی زبان میں ہے)

ایک دوسری مستقل کتاب مسئلہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اپنے قلم سے بزبان عربی تصنیف فرمائی جس کا نام ''عقیدۃ الاسلام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام'' رکھا۔ یہ کتاب کہنے کو تو اسی ایک مسئلہ کی بہترین وجامع تحقیق ہے۔لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی تقریر وتحریر کو جاننے والے جانتے ہیں کہ ایک مسئلہ کے ضمن میں کتنے علوم ومعارف کے ابواب آجاتے ہیں۔ یہ کتاب بھی اپنے موضوع کی عجیب وغریب تصنیف ہے۔

مقدمہ بھاولپور سے واپسی کے بعد مرض روز بروز شدت پکڑتا گیا۔لیکن اسی حالت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے درس حدیث کو جاری رکھا۔تا آنکہ قویٰ نے بالکل جواب دے دیا اور آپ دیوبند تشریف لاکر گویا صاحبِ فراش ہوگئے۔اور یہی مرض مرض الموت ثابت ہوا۔

لیکن قدرت نے دینی خدمت کا جوجذبۂ بے پایاں آپ کے قلب مبارک میں ودیعت فرمایا تھا وہ بسترِ مرگ پر بھی چین سے نہ لیٹنے دیتا تھا۔افاداتِ علمیہ اور کتب بینی کا سلسلہ اس حالت میں بھی اسی طرح جاری تھا۔

تا آنکہ یہ ارادہ ہوا کہ ایک مرتبہ پھر کشمیر کا سفر کیا جائے، وہاں اپنے اعزہ واقارب کی ملاقات کے علاوہ پیش نظر یہ تھا کہ کشمیر میں قادیانی فتنہ پھیلا ہوا ہے۔اب تک وہاں پہنچ کر اس کے انسداد کے متعلق کوئی کام نہیں کیا گیا۔اس سفر کا قصد کرنے کے ساتھ یہ ضرورت محسوس فرمائی کہ کشمیر کے عوام اردو یا عربی کے رسائل تو پڑھ نہ سکیں گے فارسی زبان میں مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیت کے متعلق لکھ کر طبع کرکے وہاں ساتھ لے جائیں اور مفت تقسیم کریں۔اس ارادے کے ساتھ ہی خود ایک رسالہ کی تصنیف شروع فرمادی۔ابھی یہ تصنیف تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ مرض کے اشتداد نے بالکل ہی قویٰ کو معطل کردیا۔تو ایک طالب علم کے ذریعہ

اس ناکارۂ خلائق کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے کشمیر کی ضرورت سے فارسی زبان میں مسئلہ ختم نبوت پر ایک رسالہ لکھنا شروع کیا تھا مگر اب میں اس کی تکمیل سے معذور ہوں تجھ سے ہوسکے تو اس کی تکمیل کردے۔

احقر ناکارہ نے تعمیل ارشاد کو سعادت عظمیٰ سمجھ کر شروع کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت بدلنا شروع ہوئی اور یہ علم وتقوی کا آفتاب عالمتاب غروب کے کنارے آلگا۔ یہاں تک کہ ۲/ماہ صفر ۱۳۵۲ھ شب دوشنبہ کے اس پیکر علم وتقویٰ مجسم دین ودیانت نے دین ہی کی فکر میں اپنی عمر کا آخری سانس پورا کر دیا۔ آپ کے گرد وپیش سے گویا بزبانِ حال یہ سنا جاتا تھا: ؎

اگرچہ خرمن عمرم غم تو داد بباد
بخاک پائے عزیزت عہد نہ شکستم

اب وہ کشمیر کا قصد اور وہاں رسالہ فارسی کی اشاعت بھی ایک خواب وخیال ہوگیا۔ عرصہ کے بعد آپ کے مسودات میں سے وہ منتشر اوراقِ فارسی جمع کر کے مجلس علمی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت نے بنام خاتم النبیین شائع کیا۔ اور یہی اوراق آپ کا خاتمۃ التصانیف قرار پائے۔

فجزاہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء ووفقنا لاتباع سنته فی خدمة الدین المتین وهو الموفق والمعین۔

----------بقیہ صفحہ ۳۵/کا:

گناہوں سے بچنے کا اہتمام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری وترمذی)

دعا کی کثرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ اگر کوئی چاہے کہ اللہ تعالی تنگی اور مصیبت کے وقت اس کی دعائیں قبول فرمائے تو اس کو چاہیے کہ خوشحالی میں کثرت سے دعا کیا کرے۔ (ترمذی)

اللہ ربّ العزت ہم سب کو رمضان کی قدر کی توفیق نصیب فرمائے۔

قسط (٣)

ذلک الکتاب

فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد محمد انظر شاہ کشمیریؒ
بانی جامعہ ہذا

فمن كان له قلب أو القى السمع وهو شهيد فهو في الدارين حميدٌ وسعيدو من لم يرفع إليه رأسه واطفأ نبراسه يعيش ذميماً و سيصلى سعيراً۔

ترجمہ: پس جس کے پاس دل بیدار ہو یا اس نے اپنے کانوں کو سننے کی جانب لگادیا ہو تو وہ دین اور دنیا میں ستودہ صفات اور مسعود ہے اور جس نے دعوتِ قرآن پر سر تک نہ اٹھایا اور اس نور کو مبدل بہ ظلمت کردیا جو فطرت نے اسے بخشا تھا، وہ دونوں جہاں میں ایک بدترین زندگی گزارے گا بلکہ عنقریب واصل جہنم ہوگا۔

تشریح: قلب، جسم انسانی کا ایک عضو رئیس بشکل صنوبر جو جسم میں اوندھا لٹکا ہوا ہے، اس عضو کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ اندوھا لٹکا ہوا ہے۔ و منه القليب اوندھا کنواں، یا اس لئے کہ اس میں خیالات کا الٹ پھیر رہتا ہے، انقلاب، تقلیب وغیرہ بھی اسی مفہوم کو ادا کرتے ہیں، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب کے صلاح وفساد سے روح کی درستگی و نادرستگی متعلق ہے، طبّ جدید وقدیم بھی قلب کی اہمیت کے قائل ہیں، حرکتِ قلب کے بند ہونے پر موت، قلب کی اہمیت کو آشکارا کرتی ہے، اردو شعراء بھی قلب کی اہمیت کا اعلان کرتے رہے کہ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

مجھے تو ڈر ہے دلِ زندہ! تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

داغ دہلوی کا شعر ہے ؎

عدم میں رہتے تو شاد رہتے اسے بھی فکر ستم نہ ہوتا
جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا

اشکال: قلب تو ہر انسان کو حاصل ہے کہ اس کے بغیر حیاتِ انسانی ممکن ہی نہیں، پھر قاضی نے فمن کان له قلب کیسے کہہ دیا؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسے بھی انسان ہیں جن کے پاس قلب نہیں۔

الجواب: محاورہ میں جس شخص کو کوئی دولت نصیب ہو اور وہ اس کو برموقع استعمال نہ کرے تو اسے اس دولت سے محروم سمجھا جاتا ہے:

فمن كان له علم ولكن لا يعمل بعمل الصالح ولا يؤدي حقوقه فكأنه الجاهل ومن عندهٗ مال ولٰكن لا ينفق في الخير فكأنه مفلس وهذا التعبير شائع وذائع وسنتكلم علىٰ هذا تحت آية صم بكم عمى فهم لا يعقلون فانتظروا إنّيْ معكم من المنتظرين۔

سمع: سننا، اسماع: سنا دینا، سامعه سننے کی قوت۔

خدا تعالیٰ نے قبول حق کے دو قوی ترین ذریعے انسان کو عطا کئے ہیں، جن میں سے مضبوط و کارآمد قلب ہے۔ و لذا قدم المصنف القلب ذكـراً۔ دوسرا ذریعہ سننا ہے کہ سن کر کسی چیز کو قبول کرے، الحاصل سوچے و سمجھے ورنہ تو کم از کم سنے۔ محض سننا بھی کافی نہیں تاوقتیکہ حضور قلب سے نہ سنے: و لذا قيده بقيد الشهيد۔ شهد: حاضر ہونا، شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ: يحضر على الله مستغيثا منه علىٰ اعدامه, أو تحضره الملائكة في صلوٰته الجنـازة۔ شاهد گواہ لانه رأى الحادثة والواقعة بعينـه وجمع الشهيد, شهداء۔

دارین: دنیا و آخرت۔ حميد۔ الحمد تعریف کرنا، حامد اسم فاعل محمود اسم مفعول حميد صفت مشبہ ستودہ صفات, سعيد من السعادة نیک بخت ہونا، سعيد خوش نصیب جمع سعداء۔

رفْعٌ: اٹھنا، ارتفاع اٹھانا رفعت بلندی، رأس جمع رؤس سر، جسم انسانی میں سب سے بلند و بالا عضو ہے، کبھی اصل و جڑ کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے مثلاً و رأس المفسرين و أرس المحـدثين ان علمائے کے القاب جو فن تفسیر و حدیث میں اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔

اطفاء: باب افعال بجھانا، نبراس روشنی، نور عيش من ضرب زندگی گزارنا۔ تعيّش عيّاشانہ زندگی گزارنا، عیّاش وہ شخص جو بے قید زندگی گزارتا ہو گویا کہ اباحت پسند۔

ذميم: صفتِ مشبہ کا صیغہ ماخوذ من الذم من نصر برا ہونا، مذمت، برائی، ذميمه بداخلاقی و برائی، جمع ذمائم۔

سيصلىٰ: صلى آگ میں جھونکنا سعير, اسم من اسماء جهنم سعير بھڑکتا ہوا شعلہ۔ من ضرب و سمع ففى الاول معناه الدخول في جهنم و في الثاني ادخاله۔ فيها هذا هو الفرق بينهما۔

توضیح المرام: خدا تعالیٰ نے انسانوں کو سب سے پہلے فطرتِ سلیم عطا فرمائی جس کا مطلبِ قبولِ حق کی صلاحیت واستعداد ہے: **کما قال اللہ تعالیٰ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا، و قال النبی ﷺ کل مولود یولد علی الفطرۃ۔** پھر عقل سے سرفراز فرمایا کہ وہ ہر برے بھلے کی تمیز کرتی ہے، مزید خیر وشر کو واضح کیا **کما قال اللہ تعالیٰ و ھدیناہ النجدین** انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بحیثیت **معلم مبعوث** کیا اور تعلیم کے لئے آسمانی کتابوں کو نازل کیا، غرض کہ چپ وراست میں وہ تمام اسباب مہیا کر دیئے کہ ہر انسان کے لئے راہِ حق کا قبول کرنا سہل وآسان ہو گیا، مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود انسان خدا تعالیٰ کی ان دولتوں سے اعراض کرے اور اپنے آپ کو مستحق جہنم بنالے، اگر مرض ہے تو طبیب بھی ہے اور دوا دارو بھی بلکہ پرہیز کے لئے وسائل بھی مگر بیمار طبیب کی جانب رجوع نہیں کرتا یا معالجہ کے لئے تیار نہیں ہوتا، اس کے یہاں پرہیز کا اہتمام نہیں۔ اور پھر اپنی مسلسل بے احتیاطی کے نتیجہ میں لبِ گور بلکہ داخلِ گور ہو تو اس میں بے چارے طبیب کا کیا قصور۔

اسی طرح قرآن بھی تھا، معلم قرآن بھی، غور وفکر کے لئے قلب وعقل بھی اور سننے کے لئے کان بھی مگر ابوجہل، ابولہب ان سب چیزوں سے استفادہ کے لئے تیار نہیں تو جناب رسول اکرم ﷺ، قرآن، دل، کان، بلکہ خود خدا تعالیٰ کا کیا قصور ہے؟

اور جب کہ موجود تمام آیاتِ الٰہی سے فائدہ نہ اٹھایا اور عصیان رب میں مسلسل مبتلا رہے تو نتیجہ جہنم کے سوا اور کچھ نہیں اور اگر فائدہ اٹھاتے تو دارین کی سرفرازی یقیناً حاصل ہوتی۔

فیا واجب الوجود یا فائض الجود ویاغایۃ کل مقصود صل علیہ صلوۃ توازی غناء ہ وتجازی عناءہ وعلی من اعانہ وقرر تبیانہ تقریراً وافض علینا من برکاتھم وأسئلک بنا مسالک کراماتھم وسلم علیھم وعلینا تسلیماً کثیراً۔

ترجمہ: پس اے وہ ہستی گرامی جو اپنے وجود کے اعتبار سے ضروری ہے اور جس سے بڑھ کر کوئی سخی وکریم نہیں اور جو ہر مقصود کا منتہا ہے آپ آں حضور ﷺ پر ایسی رحمت بھیجئے جو ان کی خدماتِ جلیلہ کی ہم وزن ہو اور ان مشقتوں کی مکافات کرتی ہو جو آپ نے فریضہ نبوت کی ادائیگی میں اٹھائیں اور ان پر بھی جنہوں نے آں حضور ﷺ کی اس مہم میں مدد کی اور جو آں حضور ﷺ کے لائے ہوئے احکامِ شریعت کو اپنے قول وفعل سے مضبوط تر کرتے رہے (یعنی حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور ہم پر ان کی برکات کا فیضان فرما اور ان راستوں پر ہمیں چلنے کی توفیق دے جن پر گامزنی کے بعد وہ آپ کی جانب سے اعزاز واکرام کے مستحق ٹھہرے اور ان پر اور ہم پر کثرت سے سلامتی بھیجئے۔

تشریح: یا حرفِ ندا، **واجب الوجود منادی منصوب واجب:** وہ ہستی جس کا وجود ضروری ہو اور سابق ولاحق میں کبھی عدم سے سابقہ نہ رہا ہو **فائض: اسم فاعل مصدر فیض من ضرب بکثرت** بہنا۔ **فیاض:** جس کی سخاوتوں سے بکثرت استفادہ کیا جاتا ہو اور بلا معاوضہ کرم فرمائیاں کرتا ہو، **جود:** ایسی سخاوت جس کا کوئی بدلہ نہ لیا جائے **جواد علی زنة قوال کثیر السخاء۔**

مصنف نے سابق میں خداتعالیٰ کے لئے غائب کے صیغے استعمال کئے تھے مثلاً نزّل ، **فتحدی** وغیرہ لیکن اب اچانک خطاب وحاضر کا صیغہ استعمال کیا اس تبدیلی کی چند وجوہ ہوسکتی ہیں۔

اولاً: عربی میں اسلوب کی تبدیلی خود ایک صنعت ہے، عربوں کا تصور ہے کہ ایک ہی انداز کے مسلسل خطاب سے مخاطب اکتاب جاتا ہے اس لئے نشاطِ طبع کے لئے طرز کا بدلنا مفید ہے۔

ثانیا: مصنف معرفتِ رب کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے خلاقِ عالم کو مشاہدہ میں لے آیا، اور جب وہ روبرو ہے تو پھر مخاطب بناکر عرض پیرا ہونا مناسب ہوگا۔

ثالثا: یہ مقام دعا ہے اور دعاؤں میں حضرت حق کو بالعموم مخاطب ہی بنایا جاتا ہے، یہی کچھ وجوہ ہیں جن کی بناء پر قاضی صاحب نے پیرایۂ بیان بدل ڈالا۔

یاواجب الوجود: مصنف بتانا چاہتے ہیں کہ کائنات کے لئے خدائے واحد کا وجود ایسا ضروری ہے کہ اس کے بغیر کائنات کا تصور ممکن نہیں، پھر بجائے خود وہ ایسی ہستی کا مالک ہے جس پر اول وآخر کسی دور میں عدم کا طریان مانا نہیں جاسکتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''تکمیل الایمان'' میں فارسی کے لفظ ''خدا'' پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اصل میں ''خودآ'' ہے اور پھر شاہ صاحب نے اس کے ازلی وابدی، دہری ودیموی ہونے پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے، اس لفظ کے استعمال میں قاضیؒ نے ایک اور لطافت کی طرف اشارہ کیا:

وہ یہ کہ انسان سراپا احتیاج ہے، خواہ وہ غنی ہو یا مال دار، امیر ہو یا بادشاہ تاآں کہ وہ اپنے وجود میں بھی خداتعالیٰ کا محتاج، پھر اس سے مانگنے میں کیا فائدہ؟ اور ادھر خدا کا یہ عالم ہے کہ وہ بے نیاز اور سب اس کی جانب محتاج **کما قال في شأنه الصمد وترجمته عند شیخ الإسلام بن تیمیه الذی یصمد الیه حوائج الناس ولیس هو بمحتاج الی احد۔** پھر اسی سے ہر چیز کیوں نہ مانگی جائے۔

اسی لئے آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جوتا ٹوٹ جائے تو اس کی مرمت کے لئے بھی خداتعالیٰ ہی سے دعا کرو۔

ممکن تھا کہ واجب الوجود فی نفسہ سب کچھ ہونے کے باوجود دینے لینے کا خوگر نہ ہوتا **کما نری بعض**

الامراء والاغنياء عندهم قنطار من الاموال ولكن لا يعطون الناس حقيراً ولو نقيراً ولذا زاد القاضی "يافائض الجود" فائض الوجود کا ترجمہ کثیر السخا بھی برجستہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کا چچا تلا ترجمہ "دولتوں کا لٹانے والا" جو حضرتِ حق کے شایانِ شان ہے کما يقول الشاعر في الاردية ۔

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

کہ آگ جہنم کا جزء ہے اور اس حیثیت سے بدترین چیز لیکن رسالت سے بڑھ کو کوئی اعزاز وانعام نہیں فخرج موسیٰ طالباً للحقير واعطاه الله تعالیٰ شيئا عديم النظير۔

غاية: انتہا، مقصود: صیغۂ مفعول من القصد۔

لفظ صلوة واستعمالها ومعناها بحسب الاضافات المختلفة مشهور بين الطلاب انا لا نقتحم في هذا۔

وزاء: مقابل ومنه المتوازی مقابل پارٹی۔ غناء فائدہ۔

جزاء من ضرب: بدلہ دینا وکافی ہونا مصدر جزاء۔ مجازات بدلہ دینا یہ لفظ باب مفاعلۃ سے استعمال ہوا ہے جس میں اشتراک جانبین سے مطلوب ہے۔ اگر بندہ کی جانب اس کی نسبت ہوتو پھر کوئی اشکال نہیں، معنی ہوں گے "دونوں نے ایک دوسرے کو بدلہ دیا" مگر خدا تعالیٰ سے اس کا تعلق قائم ہونے کی صورت میں توجیہ یہ ہوگی کہ بندہ نے حسنِ اعمال کا تحفہ حضورِ خدا میں پیش کیا اس نے اپنی شانِ کریمی سے اسے قبول کرلیا اور پھر احسن الجزاء عنایت فرمائی گویا کہ صورتاً مجازات ہے، حقیقۃً نہیں۔

عناء: تکلیف مشقت، ضمیر راجع آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب۔

اشکال: آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریضۂ نبوت ادا کیا، ادائیگی فرض میں کیا مشقت؟

الجواب: فریضہ کی ادائیگی میں بھی مشقت ہوتی ہے، پھر فرائض نبوت کی ادائیگی تو بہت بھاری ہے۔ النبی الامی نے خود فرمایا کہ انبیاء اپنے مراتب کے مطابق مصائب میں مبتلا کئے جاتے ہیں اور چونکہ میرا یہ مرتبہ سب سے بڑا ہے اس لئے میں سب سے زیادہ ستایا گیا ہوں۔

وههنا اشكال قوی۔ كثيرا ما يختلج في قلبي ان نوح عليه الصلاة والسلام أوذي في الله ايذاء شديداً وكانت مدة ايذاءه طويلة ومديدة حتى قال الله تعالیٰ في حقه۔ فلبث (أي نوح) فيهم الف سنة الا خمسين عاما۔ فكيف يفضل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفسه عليه مع أنه ادى حق الرسالة في امته ثلاث وعشرين سنة أين هذا من ذاک والهمت حلا لهذه العويصة وهی ان

ایذاء بعض الامراض وإن کان المرض لمدۃ قصیرۃ یفوق علی ایذاء المرض و له مدۃ طویلۃ۔ جیسا کہ کینسر کی تکلیف سالہا سال کے ٹی بی کے مرض سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔ **وھذا الجواب إن کان صحیحا فمن اللہ وإن لم یکن صحیحا فمنی ومن الشیطان واعوذ باللہ من اضلالہ۔**

اعان باب افعال مصدر اعانۃ مدد کرنا۔ **الاستعانۃ والمعاونۃ التعاون من ھذا۔ عون** کے مادہ میں مدد کا مفہوم موجود ہے **عین:** آنکھ، دیکھنے میں مددگار ہوتی ہے، **عین** جاسوس، سی آئی ڈی حکمرانی میں مدد دیتی ہے **عین**، چشمہ پانی کا ذخیرہ بقائے حیات میں مددگار ہے **عین**، گھٹنا چلنے میں معاون ہے وغیرہ۔

اعانہ: کی ضمیر راجع ہے حضور ﷺ کی جانب **علی من اعانہ یرید اصحاب النبی ﷺ اولاً وبلاواسطۃ وذیلاً من یعین دینہ الی یوم القیامۃ۔**

تنبیہ

بدقسمتی سے ہم اور آپ کو وہ تاریک دور بھی دیکھنا تھا جس کی اطلاع النبی الصادق نے چودہ سو سال پہلے دی تھی کہ اس امت کے متاخرین متقدمین پر لعن وطعن کریں گے، شیعیت ورافضیت جس کے برگ وبار عہد صحابہ ہی میں ظاہر ہونے لگے تھے ان کی گمراہی کا نچوڑ ان حضراتِ صحابہ سے بدگمانی اور ان کے حق میں تیز زبانی ہے جن کا تزکیہ خود رسول اکرم ﷺ بلکہ حضرتِ حق جل مجدہ فرما چکے تھے پھر یہی سبائی ذہنیت ہے جو عصر حاضر میں خلافت وملوکیت نامی تصنیف کی شکل میں سامنے آئی حالانکہ بات واضح تھی کہ انبیاء علیہم السلام کا تزکیہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا۔ حضرت داودؑ پر یہود کی جانب سے الزام زنا (والعیاذ باللہ)

سلیمان علیہ السلام پر سحر کی الزام تراشی، حضرت یونس علیہ السلام پر معصیتِ خدا کا بہتان ان سب کی تردید خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرماتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے کردار کو بے غبار ٹھہرایا۔ اور جنابِ رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمومی ارشاد سے اپنے صحابہ کی حیثیت کو نکھارا گویا کہ تزکیۂ انبیاء کا کام خدا تعالیٰ کا تھا اور تعدیل صحابہ کا کام رسول اکرم ﷺ کا جیسا کہ مکہ **حرسھا اللہ تعالیٰ عن الشرور** کے حدود حرمت رب کعبہ نے متعین فرمائے اور مدینہ **زادھا اللہ شرفاً** کے آداب عزت تاجدار مدینہ ﷺ نے، امت چودہ سو سال سے دونوں دیارِ اقدس میں کوئی فرق نہیں کرتی، چاہیے تھا کہ **لا نفرق بین احد من رسلہ** پر ایمان کامل رکھنے والے **الصحابۃ کلھم عدول** پر بھی یقین کامل رکھتے لیکن جو گمراہ حلقہ دین کی مضبوط گرفت سے گلوخلاصی چاہتا تھا وہ ممکن نہیں تاوقتیکہ حضراتِ صحابہ پر سفاکانہ حملے نہ کئے جائیں حالانکہ وہ اساطین دین وعماد شریعت ہیں۔

خدا تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' یہ رضوان جس کی بشارت

انہیں دنیا میں ہی دے دی گئی اس کی حقیقت آپ پر اس وقت منکشف ہوگی جب آپ اس حدیث کو پیش نظر رکھیں، حدیث یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد دریافت فرمائیں گے (ایک شریف میزبان کے لب ولہجہ میں جو اپنے مہمان کو تمام راحتیں پہونچانے کے باوجود دریافت کرتا ہے کہ کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ نے بہشت بریں میں جنتیوں کے داخلہ کو مہمانی سے تعبیر کیا ہے **كما قال الله تعالىٰ نزلاً من غفور رحيم**) کہ کیا کسی چیز کی ضرورت ہے؟ اس پر اہل جنت عرض کریں گے کہ سب کچھ آپ کا دیا ہوا موجود ہے اب کیا حاجت ہوتی؟ کچھ اصرار کے بعد ارشاد ہوگا کہ ابھی ایک چیز باقی رہ گئی کہ وہ میری رضا ہے کہ میں اب تم سے راضی ہوگیا اور کبھی ناراض نہ ہوں گا، یہ وہ رضاء جو سب کو اخیر میں نصیب ہوگی لیکن حضراتِ صحابہ اس دولتِ عظیم سے اسی دنیا میں سرفراز کردیئے گئے۔ اور یہی ہے وہ نقطہ عروج جو اصحاب النبی کو تمام امت سے ممتاز کرتا ہے مزید دیکھئے کہ:

آنحضور ﷺ نے حضراتِ صحابہ کے بارے میں کیا وقیع کلمات ارشاد فرمائے ہیں، ان کے پیش نظر حضراتِ صحابہ سے بلا ارادہ بھی بدگمانی کا دروازہ بند ہوگیا چہ جائیکہ کوئی قصداً ان کو اپنے ناروا اعتراضات کا نشانہ بنائے، رہی حضراتِ صحابہ کی باہمی شکررنجی تو امت کے صالح طبقہ نے اسے ''مشاجرات'' سے تعبیر کیا ہے یہ تعبیر بجائے خود اتنی حسین ہے جس سے ان حضرات کے دل ودماغ کے رخ متعین ہوتے ہیں جنہوں نے شکررنجی کے لئے یہ لفظ اختیار کیا تھا، ہوائیں چلتی ہیں تو درخت کی شاخیں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اعتدالِ ہوا کے بعد وہی ایک ہی درخت کی شاخیں اپنے اپنے مرکز پر پرسکون نظر آتی ہیں گویا کہ ان میں نہ گرم جنگ ہوئی نہ سرد جنگ، اور پھر یہ فرق بھی ملحوظ رکھئے کہ صحابہ کی شکررنجیوں کی تفصیل ہمیں تاریخ سے پہونچی ہے، تاریخ رطب ویابس کا مجموعہ بلکہ کذب بیانیوں کا طومار ہوتا ہے جب کہ حضراتِ صحابہ کے جلال واکرام کا مطالبہ قرآن وحدیث کا ہے۔ امت تاریخ کے مقتضیات پر عمل کرنے کی پابند نہیں بلکہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی مکلف ٹھہرائی گئی ہے: **هذا ما افاد شيخنا انور رحمه الله تعالىٰ وهذا الطف۔**

پس حضراتِ صحابہ کے بارہ میں کف لسان تو بنیادی فریضہ ہے اور اپنے دل ودماغ کو بھی شکوک وشبہات سے محفوظ رکھنا تقاضائے ایمانی ہے، حضراتِ صحابہ نے دین راہِ خدا واطاعت رسول میں جس فدائیت وجاں سپاری کا مظاہرہ کیا ہے تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے:

أما سمعت قول الحواريين لموسىٰ عليه الصلاة والسلام اذهب أنت وربک فقاتلا إنا ههنا قاعدون وقول المقداد رضى الله عنه لرسوله الكريم اينما يترشح عرقک نحن نلقى دماء نا، بينهما بون بعيد بل بينهما مفاوز تنقطع اعناق المطى قال الله تعالىٰ في حقهم فمنهم من قضى

نحبه و منهم من ينتظر فكان الموت كان مطلوباً لهم، ايليق لنا بعد هذانقول في حقهم كلام السوء۔

اختصار کی بھر پور کوشش کے باوجو عظمتِ صحابہ پر یہ ایک مختصر تحریر خاکسار و کاتب الحروف روح الحق مدراسی کے لئے زادِ آخرت ہوگی۔

و ما على الله بعزيز ان يعفو سيئاتنا و تقصير اتنا لا ننا مقرين عظمة أصحابه ﷺ بشانهم۔

قر ر: مصدر قرار ٹھہرنا، ٹھہرادینا، مستحکم و مضبوط کرنا۔ **و منه التقرير و التقرر تبيان بنيا د** اصل میں اس کا ترجمہ دیوار ہے **قر ر** کا فاعل بھی سابقہ جملہ میں گزرا ہوا۔ من ہے اور سابق ہی کی طرح۔ اصلاً اس سے حضراتِ صحابہ پھر قیامت تک وہ سب علمائے ربانی و خدام دین مراد ہیں جنہوں نے اپنی بہترین کوشش سے دین اسلام اور اس کی بنیاد اور احکامِ شریعت کو مضبوطی سے قائم کیا، مردہ سنتوں کا احیاء کیا، اسلام کے دورِ غربت میں اس کے لئے پشتی بان ثابت ہوئے۔

''مسالک''مسلک کی جمع ہے، راستہ طریقہ، **سلوک:** چلنا ، **سالک:** چلنے والا ، **انسلاک:** داخل کرنا، پرونا۔ یہ مصنف کی جانب سے دعاء ہے کہ اے اللہ ہمیں ان حضرات کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما جو دین محمدی ﷺ کے معین و مددگار اور کار آمد خدام و معاونین رہے نیز اس راستہ پر چل کر وہ خدا کی جانب سے اعزاز و اکرام کے مستحق ٹھہرے کہ من جانب اللہ کسی کی تعظیم خدا کی بڑی نعمت ہے۔

''برکات'' برکۃ کی جمع ہے، ترجمہ ''اضافہ، زیادتی، نشو ونما''یعنی ان خدام دین کی برکات سے ہمیں سرفراز فرما کہ انہوں نے محنت و اخلاص کی شجر کاری کی اور ہم ثمرات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

سَلِّمْ: صيغة امر من تسليم، و التسليم معناه سلام عليک كالتهليل معناه لا اله الا الله و كقولک حوقله معناه لا حول و لا قوة الا بالله، و المراد من السلام ههنا التعظيم و التكريم و رد في الحديث أن السلامة كانت محبوبة عند الرسول ﷺ فكان يدعوا لنفسه المباركة و لعياله و لامته المرحومة دائماً و دعاءه الماثور اللهم اِنی اسئلک العفو و العافية في ديني و دنياى يا أرحم الراحيمن و من ههنا تفهم عظمة السلامة عند النبي الكريم.

❂❂❂

روزہ اور رمضان کی اہمیت

ڈاکٹر مفتی احمد خان صاحب
استاد و رفیق دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ کراچی

استقبالِ رمضان

ماہِ رمضان بڑی فضیلت، عظمت، رحمت، مغفرت اور برکت کا مہینہ ہے، رمضان کی صحیح قدر و قیمت کا احساس دراصل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینے کے شروع ہوتے ہی رمضان کا استقبال و انتظار فرمایا کرتے تھے، بلکہ پوری امت کو یہ حکم فرمایا کہ: "احصوا ھلال شعبان لرمضان" رمضان کے لیے شعبان کے چاند کو اچھی طرح یاد رکھو۔ (ترمذی) اور رمضان تک پہنچنے کی دعا مانگنا شروع فرمادیا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اللّٰھمَّ بَارِکْ لَنَافِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَارَمَضَان" اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث 2228)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا چاند دیکھتے تو قبلہ کی طرف رخ فرما کر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! اس (چاند) کو ہمارے اوپر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام و عافیت دار بنا، بیماریوں سے حفاظت اور روزے، نماز (وتراویح) اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ مزّین رکھیے، یا اللہ! ہمیں رمضان کے لیے اور رمضان کو ہمارے لیے سلامتی و عافیت کے ساتھ رکھیے، اور رمضان اس حال میں مکمل ہو کہ آپ نے ہماری مغفرت فرمادی ہو اور ہم پر رحم فرمادیا ہو اور ہمارے قصور معاف کردیے ہوں۔ (فضائل رمضان لابن ابی الدنیا، رقم الحدیث 20)۔

بعض احادیث میں یہ دعا منقول ہے: اے اللہ! مجھے رمضان کے لیے اور رمضان کو میرے لیے صحیح سالم رکھیے اور رمضان کو میرے لیے سلامتی کے ساتھ قبولیت کا ذریعہ بنادے۔ (کنز العمال)

رمضان کی نسبت اللہ کے ساتھ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر و دیلمی، فیض القدیر)

رمضان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی خاطر چاند دیکھنے اور شعبان کے چاند کی تاریخوں کو یاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: شعبان کے چاند (اور اس کی تاریخوں) کے حساب کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھو تا کہ رمضان کا حساب صحیح ہو سکے (ترمذی واللفظ لہ، سنن دارقطنی، السنن الکبری)۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے (چاند اور اس) مہینے کی تاریخیں جتنے اہتمام سے یاد رکھتے تھے اتنے اہتمام سے کسی دوسرے مہینے کی تاریخیں یاد نہیں رکھتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے تھے اور اگر (29 شعبان) کو چاند دکھائی نہ دیتا تو تیس (شعبان کے) دن پورے کر کے پھر رمضان کے روزے رکھتے تھے۔(ابو داود، مسند احمد، سنن دارقطنی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں عبادت و اطاعت کا اور زیادہ اہتمام فرماتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں میں زیادتی ہو جاتی تھی اور دعاؤں میں تضرع و زاری بڑھا دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سرخ ہو جاتا تھا۔(شعب الایمان للبیہقی) ایک دوسری جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند کس لیتے تھے پھر اپنے بستر پر نہیں آتے تھے یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ گزر جاتا۔(شعب الایمان للبیہقی)

معلّٰی ابن الفضل تابعی فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین رمضان سے چھ مہینے پہلے اللہ سے دعائیں مانگنا شروع فرما دیا کرتے تھے کہ: اے اللہ! ہمیں رمضان تک پہنچا دے اور رمضان کے بعد چھ مہینے تک یہ دعا کیا کرتے تھے کہ: اے اللہ! رمضان میں جو عبادتیں کیں ان کو قبول فرما۔

ہمارے بزرگوں کا معمول بھی رمضان میں اپنے آپ کو دیگر مصروفیات سے فارغ کرنے کا تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی رمضان کا استقبال اور انتظار کرنے کے لیے مذکورہ باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے:

۱: یہ دعا کی جائے کہ اللہ ہم کو بخیر و عافیت رمضان تک پہنچائے اور پھر رمضان کی رحمت، خیر و برکت سے خوب استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲: دوسری مصروفیات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔

۳: رمضان کے جو کام پہلے ہو سکتے ہیں ان کو پہلے کر لیں اور جو کام مؤخر ہو سکتے ہیں ان کو مؤخر کریں۔

۴: ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں۔

۵: رمضان سے پہلے ہی گناہوں سے پکی وسچی توبہ کر کے اپنے گناہوں کی بخشش اور دل کی صفائی کر لیں تاکہ پہلے ہی دن سے رمضان کی برکتوں سے اچھی طرح فائدہ اٹھا سکیں۔

روزے کی اہمیت

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا: اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ (سورہ بقرہ:183)

۱: روزہ گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ روزہ رکھا اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

۲: روزہ گناہوں سے ڈھال ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ دے۔

۳: روزہ جہنم کی آگ سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے۔ (شعب الایمان، کتاب الصیام، مسند احمد: رقم الحدیث:8857)

۴: روزہ جہنم کی آگ سے ہزاروں میل دوری کا سبب ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کے لیے روزہ رکھا تو اللہ تعالی اس کو جہنم سے اتنا دور فرما دیتے ہیں کہ جتنی مقدار کوّا اپنی عمر کی ابتداء سے بوڑھے ہو کر مرنے تک اڑتے ہوئے مسافت طے کرتا ہے۔ (شعب الایمان، کتاب الصیام، مسند احمد: رقم الحدیث:10388)

۵: روزہ بہترین سفارشی ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

۶: روزہ دار کی نیند عبادت، سانس لینا، تسبیح اور دعا مقبول ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ دار کی نیند عبادت ہے، اس کا سانس لینا تسبیح ہے، اور اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، کنز الایمان)

۷: روزہ دار کے لیے جنت کی حور آراستہ اور مزین کی جاتی ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: کہ جنت ماہِ رمضان کے لیے شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہے، اور حوریں بھی روزہ داروں کے لیے شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہیں۔ (شعب الایمان: کتاب الصیام، رقم الحدیث:3359)

۸: روزہ دار کے لیے جنت میں داخلے کا اسپیشل گیٹ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے اس کا نام "ریّان" ہے اور قیامت کے دن اس سے صرف روزہ دار داخل ہونگے، کہا جائے گا "روزے دار کہاں ہیں؟"، پھر وہ کھڑے ہوجائیں گے اور جب روزہ دار اس دروازے سے داخل ہوجائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائیگا۔ (بخاری، مسلم)

۹: روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے (شعب الایمان، کتاب الصیام) روزہ رکھو تندرست رہو۔

رمضان اور روزے کے فضائل پر قرآن وحدیث میں بیسیوں دلیلیں موجود ہیں، سب کا مقصد یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ ہمارے لیے حاضر ہوگیا ہے، یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک پیکج ہے جس کی مدت بہت محدود ہے، جس قدر چاہیں ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور فائدہ وہی اٹھاتا ہے جو عقل مند ہو، اگر آپ اپنے آپ کو عقل مندوں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں تو خوب خوب فائدہ اٹھا کر اپنے عقل مند ہونے کا ثبوت دیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

رمضان کی پہلی رات ہی سے شیطانوں، اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے، اور جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ "اے خیر کے طلب کرنے والے! آگے بڑھ، اور اے شر کے طلب کرنے والے! رک جا" اور اللہ کی طرف سے دوزخ سے بہت سے لوگ آزاد کیئے جاتے ہیں اور یہ واقعہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ جنت ماہ رمضان کیلیے شروع سال سے اخیر تک سجائی جاتی ہے اور حوریں بھی رمضان کے روزے رکھنے والوں کیلیے شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہیں، جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو جنت (اللہ تعالی سے) عرض کرتی ہے اے اللہ! اس مبارک مہینہ میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندے میرے اندر قیام کرنے والے مقرر فرما دیجئے؛ (جو عبادت کرکے میرے اندر داخل ہوسکیں) اور (اسی طرح) حوریں بھی عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ ذوالجلال! اس بابرکت مہینے میں اپنے بندوں میں سے

ہمارے واسطے کچھ خاوند مقرر فرما دیجئے۔

رمضان آچکا، آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے، جنت کے دروازے کھول دیئے گئے، رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے، جہنم کے دروازے بند کردیے گئے، سرکش شیاطین کی گردن میں طوق ڈال کر سمندروں میں پھینک دیا گیا، رمضان کو رحمت مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنا دیا گیا، چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رمضان کا اول حصہ رحمت ہے اور اس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور اس کا آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے۔

ہماری بھرپور کوشش ہونی چاہیے کہ اس ماہِ مبارک میں اپنے اللہ کو راضی کرلیں، اپنے گناہوں کی بخشش کروالیں، وگرنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سید الملائکہ کی بددعا ہو اور سید الانبیاء کی آمین ہو، ایک روایت میں ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی طرف تشریف لائے، اور اپنے منبر کے پہلے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین، جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین) نے عرض کیا کہ: ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، کیا تم نے بھی وہ بات سنی ہے؟ ہم نے عرض کیا جی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجے پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اسکے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائے میں نے کہا: آمین! پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے میں نے کہا: آمین! پھر انہوں نے کہا کہ: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا: آمین۔

اس بددعا کی قبولیت میں کس کو شک ہوسکتا ہے؟ لہذا اس حدیث کو ہر وقت سامنے رکھیں، اور یہ خیال رہے کہ اس بددعا میں ہم داخل نہ ہو جائیں۔ جبکہ روزہ رکھنے سے آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو (جو معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ (اور پسندیدہ ہے) کما فی الحدیث۔

روزے کا صلہ اللہ جل شانہ خود دیتے ہیں، چناچہ ایک روایت میں ہے: اللہ عز وجل فرماتے ہیں کہ: روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا، دوسری روایت کے مطابق اللہ فرماتے ہیں: روزہ کا

بدلہ میں خود ہوں۔اسی محبت کی وجہ سے فرمایا کہ: روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے ہاں مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے"، اور یہ محبت ہی تو ہے کہ محبوب کو محب سے ملاقات میں مزہ آتا ہے، فرمایا: کہ روزہ دار کو اپنے رب سے ملاقات کے وقت فرحت ملے گی۔

روزہ دار کے اعزاز کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جنت میں داخلہ کے لیے اللہ نے روزہ داروں کے لیے ایک علیحدہ دروازہ کا اہتمام فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "ریّان" ہے۔اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ دار داخل ہونگے، قیامت کے دن اللہ تعالی کی طرف سے روزہ داروں کا نام لے کر بلایا جائے گا۔وہ اس دعوت پر کھڑے ہوں گے، اور ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازہ سے داخل نہ ہوگا۔

رمضان کس طرح قیمتی بنائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس پر رمضان کا مہینہ گزر گیا اور اس نے اپنے گناہ نہ بخشوائے۔"، آج رمضان کا مہینہ آتا ہے اور گزر جاتا ہے مگر ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، معمول کی طرح زندگی چل رہی ہوتی ہے، احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم پر رمضان کا مہینہ گزر رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سستی کرتے ہیں اور رمضان کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلاکت کی طرف دھکیل رہے ہوتے ہیں، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹ آئیں اور کوشش کریں کہ ہمارا رمضان اس طرح گزرے جس طرح ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزارا کرتے تھے، اصحابِ پیغمبر گزارا کرتے تھے، اسلافِ امت اور اکابرین گزارا کرتے تھے، اس کے لیے ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ ٹائم ٹیبل اور نظام الاوقات کے ساتھ گزارنا ہوگا اور رمضان کے لیے ایک مضبوط پلاننگ اور منصوبہ بندی کرتے ہوئے دستور العمل تیار کرنا ہوگا، تاکہ اس ماہ میں کسی بھی خیر کے کام اور اللہ کے وعدوں سے محروم نہ ہوسکیں اور رمضان کے یہ قیمتی اوقات اور ساعتیں قیمتی سے قیمتی تر ہوسکیں، لہٰذا دیگر امور اور معاملات کو جتنا موٴخر کرسکتے ہیں ان کو موٴخر کریں، اگر رمضان میں چھٹی کا اختیار ہو اور پیچھے معاملات میں حرج نہ آتا ہو تو چھٹی کریں، اگر چھٹی کا اختیار نہ ہو تو کم از کم اپنے اوقات کو ایسا مرتب کریں کہ زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی براہِ راست عبادت میں گذر جائے۔ چناں چہ:

۱: **سب سے پہلے پکی وسچی توبہ کریں:** تاکہ گناہوں سے پاک وصاف ہوکر رمضان کے انوارات اور برکات سے مستفید ہوسکیں۔

۲: **اخلاص کے ساتھ روزہ کا اہتمام کریں:** آج کل دین سے بہت دوری ہونے کی

وجہ سے بعض مسلمان روزوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے اور اکثر روزہ چھوڑ دیتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ روزے اور رمضان کے تمام فضائل سامنے رکھتے ہوئے اور بندگی بجالاتے ہوئے اخلاص کے ساتھ روزوں کا اہتمام کریں۔

۳: **تراویح کا باجماعت اہتمام کریں:** کیوں کہ تراویح مغفرت کا ذریعہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من قام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه" جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے گذشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، تراویح کے واسطہ سے روزانہ اللہ کے چالیس مقاماتِ قرب حاصل ہوتے ہیں، سجدہ مقامِ قرب ہے، اور یہی سجدہ معراج کے دن تحفہ میں ملا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الصلوٰۃ معراج المؤمن" فرما کر اس کو مؤمن کی معراج قرار دیا۔ اللہ ربّ العزت نے بڑے عجیب انداز سے اس بات کو قرآنِ کریم میں سمجھایا، فرمایا: "واسجد واقترب" کہ سجدہ کرو اور ہمارے قریب آجاؤ۔

۴: **تلاوت قرآنِ کریم کی کثرت کریں:** رمضان اور قرآن میں ایک خاص مناسبت اور جوڑ ہے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین اس ماہِ مقدس میں اور دنوں کی بنسبت تلاوت کلامِ پاک کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک قرآن دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں، اسی طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم کے ختم فرماتے تھے، علامہ شامی رحمہ اللہ روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔

۵: **سنتوں اور نوافل کا اہتمام کثرت سے کریں:** ایک تو اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه" رمضان میں نفل پر فرض کا ثواب ہوگا، دوسرا اس وجہ سے کہ جب نوافل کا اہتمام کیا جائے تو سنتوں پر پختگی ہوتی ہے اور جب سنتوں کا اہتمام کیا جائے تو فرائض پر پختگی ہوتی ہے، جب کہ رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فرضوں کا ثواب ملتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔

لہٰذا سنت مؤکّدہ اور غیر مؤکدہ کی پابندی کے ساتھ مندرجہ ذیل نوافل کا بھی اہتمام کیا جائے:

تہجد

سحری کے لیے تو بیدار ہوتے ہی ہیں صرف اتنا اہتمام کرلیا جائے کہ سحری سے آگے پیچھے تھوڑا سا وقت نکال کر چند رکعات نماز پڑھ لی جائیں۔ کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ فرائض کے بعد سب سے

افضل نماز تہجد کی نماز ہے (ترمذی: 90)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ جو رات کو اٹھے اور اپنے اہل کو بھی اٹھا کر دو رکعت نفل پڑھے تو ان کا نام ذکر کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے" (ابن ماجہ)۔

اشراق ۲؍رکعت سے ۸ رکعت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں "کہ اے ابن آدم! تو دن کے شروع حصہ میں چار رکعت نماز خالص میرے لیے پڑھ، میں تجھ کو اس دن کی شام تک کفایت کرونگا" (ترمذی)۔

صلوٰۃ الضحیٰ یعنی چاشت (۶؍سے ۱۲؍رکعت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "کہ جو شخص چاشت کی دو رکعت میں مواظبت (پابندی) اختیار کرے، اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں" (ترمذی: 1/108)۔

صلوٰۃ الاوابین (۶ سے ۲۰ رکعت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں اور درمیان میں کوئی بری بات نہیں کی اس کو بارہ (12) سال کی عبادت کے برابر ثواب ملتا ہے"، اور فرمایا: "کہ جس نے بیس (20) رکعت پڑھیں اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔" (ترمذی: 1/98)

تحیۃ الوضو

جب بھی وضو کریں تو اگر مکروہ وقت نہ ہو تو کم از کم دو رکعت پڑھ لیں۔ یہی وہ نماز ہے جس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس مقام پر فائز کیا کہ آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ، اے بلال (رضی اللہ عنہ!) تمہارا وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے جنت میں تمہارے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ میں نے اپنے سامنے سنی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے اللہ کے رسول! اور تو کوئی عمل یاد نہیں لیکن جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس سے نماز ضرور پڑھتا ہوں...... آپ ﷺ نے فرمایا: جو ایسا کریگا اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔

تحیۃ المسجد

جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو کم از کم دو رکعت پڑھ لیا کریں۔ (ترمذی: 1/71)

صلوٰۃ التسبیح

جس کے بارے میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو فرمایا، اے چچا میں آپ کو عطیہ نہ

دوں، ہدیہ وگفٹ نہ دوں، کیا (بڑی) خبر نہ دوں، جب آپ یہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اول وآخر، قدیم وجدید، اور عمداً (وسہواً)، صغیرہ وکبیرہ، پوشیدہ وظاہر سب گناہ بخش دیگا، یہ نماز اگر ہر دن ہو سکے تو پڑھو، ورنہ ہر جمعہ، ورنہ سال میں ایک دفعہ، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک دفعہ (ضرور) پڑھو۔

صلوٰۃ الحاجہ

جب بھی کوئی حاجت پیش آئے تو نماز پڑھیں۔حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے" کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالی مجھے بینائی عطا فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم صبر کرو تو بہت ثواب ہوگا اگر کہو تو میں دعا کروں، انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ دعا فرمایئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صلوٰۃ الحاجۃ کی تعلیم فرمائی، جسے پڑھ کر اللہ تعالی نے دوبارہ بینائی عطا فرمائی"۔(ترغیب وترھیب:174)

صلوٰۃ التوبہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور اس کے بعد فوراً طہارت کرکے دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ تعالی سے مغفرت چاہے اللہ جلّ شانہ اس کے گناہ بخش دے گا"(ترمذی:1/92)۔

صدقات کی کثرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" صدقہ اللہ تعالی کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو ٹالتا ہے" اور فرمایا:" تم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے کیوں نہ ہو"۔(ترغیب وترہیب:221)

ذکر اللہ کی کثرت

(تیسرا کلمہ، درود شریف اور استغفار صبح وشام سو سو دفعہ۔) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :" کثرت سے اللہ تعالی کا ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ کہیں کہ یہ پاگل ہے" اور فرمایا:" کہ اللہ جل شانہ کا ایسا ذکر کرو کہ منافقین کہیں کہ یہ ریا کار ہے"۔(ترغیب وترہیب:383) (بقیہ صفحہ ۱۸ / پر)

❂❂❂

قرآن

ادب وبلاغت کی میزان

ڈاکٹر ابرار احمد اجراوی

قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔اس کا تعلق ذاتِ الٰہی سے صفت کے طور پر قائم ہے۔اور یہ بات بدیہیات کی قبیل سے ہے کہ صفت میں وہی چیز منعکس ہوتی ہے جو ذات میں موجود ہوتی ہے۔گویا قرآن کریم خدا کی ذات کا آئینہ واظہار ہے۔ذات باری تعالی جس طرح اعلی وارفع اور کون ومکاں سے اعلیٰ و بالا ہے،اسی طرح اس کا کلام بھی ساری دنیا کے منثور ومنظوم کلام پر ہر زاویہ سے فائق وبرتر ہے۔وہ صرف اپنے الفاظ وتراکیب،تشبیہات وتلمیحات اور علامات واستعارے کے نظام سے ہی نہیں، بلکہ معانی ومفاہیم اور اسرار ورموز اور حکم ومصالح کے اعتبار سے بھی سارے دنیاوی ادبی معیارات پر غالب ہے۔چوں کہ صفت کا نقص ذات کے نقص کو مستلزم ہوتا ہے،اس لیے قرآن کریم میں کسی نحوی صرفی،ادبی،فنی،لفظی یا معنوی نقص کا شائبہ بھی نعوذ باللہ ذات خداوندی میں نقص پر منتج ومنتہی ہوگا،اس لیے لامحالہ کلام خداوندی کو بھی تمام نقائص ومعائب سے مبرا اور معری یقین کرنا پڑے گا اور وہ تمام کلام میں اسی طرح سارے امتیازات وخصائص کا حامل ہوگا جس طرح ذات خداوندی تمام جمال وکمال کا منبع ہے۔جس طرح ذات خداوندی کے کمالات وامتیازات اور اس کے حدود واختیارات میں کوئی شریک وسہیم نہیں،اسی طرح کلام خداوندی قرآن کریم کے کمال وامتیاز کا کوئی ثانی نہیں۔

مگر کیا قرآن کریم صرف عربی زبان کے چند فصیح وبلیغ الفاظ کے مجموعہ کا نام ہے؟ کیا قرآن مروجہ ادبی معیار ومنہاج کی میزان پر بھی کھرا اترتا ہے؟ قرآن کا اسلوب نگارش کیا ہے؟ اس مضمون میں انھی سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔قرآن عربی زبان کے چند پرشکوہ الفاظ کا نام نہیں،وہ معانی ومطالب کا گنجینہ بھی ہے۔سارے علوم وفنون کے سوتے یہیں سے پھوٹے ہیں۔قرآن کریم کا اسلوب و انداز بھی نرالا ہے اور اس کے الفاظ وحروف بھی منفرد ہیں۔حرا سے جو نسخۂ کیمیا نبی کریم ﷺ لے کر امت محمدیہ کی طرف آئے تھے،اس میں عالم انسانیت کے لیے صرف رشد وہدایت کی ہی تعلیمات نہیں، بلکہ وہ

ادب و بلاغت اور زبان و بیان کا بھی اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کا ایسا نمونہ جس کی نہ ہمسری کی جا سکتی ہے اور نہ اس کی مشابہت ومجانست کا دعوی ہی کیا جا سکتا ہے۔ عرب جنھیں اپنی زبان دانی پر فخر تھا اور جو اپنی طلاقت لسانی اور فصاحت بیانی کے سبب دوسروں کو عجمی اور گونگا کے بدنما اور تضحیک آمیز نام سے یاد کرتے تھے، انھوں نے بھی اپنے ذہنی تجربات اور عینی مشاہدات کی بنیاد پر بے چون و چرا یہ تسلیم کرلیا کہ یہ کلام کسی انسان کا تراشیدہ نہیں، یہ اس ذات کا کلام اور اس کے جمال و کمال کا اظہار ہے جو خالق کائنات اور پوری دنیا کا پالنہار ہے۔

قرآن کریم میں مختلف علوم وفنون کی بوباس ملتی ہے، سماجیات، عمرانیات، اقوام وملل کے قصے، علم و حکمت کا خزینہ ہونے کے ساتھ، یہ ادب و بلاغت کے بھی بلندترین مقام پر فائز ہے۔ فصاحت و بلاغت کی تعریف، علم معانی، علم بیان اور علم بدیع، اس کے انواع واقسام اور اس کے اصول وضوابط تو بعد کے ادوار میں ضرورت کے تحت مدون کیے گئے، صرفی اور نحوی قواعد کی بنیاد بعد میں رکھی گئی، جملوں کی ساخت، مبتدا اور خبر کی ترتیب وتنظیم اور فعل و فاعل کی تقدیم وتاخیر کے اصول بھی بعد میں بنائے گئے، مگر قرآن کریم کا یہ اعجاز دیکھیے کہ آج تک کوئی اصول ساز، کوئی ماہر علم وادب قرآن کریم کی زبان و بیان اور اس کے ادبی اسرار و رموز کو چیلنج یا چیلنج نہیں کرسکا۔ علم معانی، علم بدیع اور صنائع و بدائع کے نازک اور باریک ترین پہلو پر کوئی کلام اپنے شوشے گوشے کے ساتھ صدفی صدفٹ بیٹھتا ہے تو وہ یہی کلام خداوندی قرآن کریم ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کے الفاظ بھی معجزہ، اس کے معانی بھی معجزہ۔ اس کا اسلوب بھی معجزہ، آیتوں کا باہمی ارتباط بھی معجزہ۔ الفاظ قلیل اور معنی کثیر۔ نہ کسی لفظ میں ثقل اور نہ کہیں تنافر کا گزر۔ کوئی جملہ یا فقرہ نامانوس اور خلاف قیاس نہیں۔ حشو وزوائد سے یکسر پاک۔ نہ کسی لفظ کی جگہ تبدیل کی جاسکتی ہے، نہ اسے آگے پیچھے کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کا مترادف استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہر لفظ نگینہ کی طرح جڑا ہوا۔ یہ شعر بھی نہیں، مگر شعریت سے خالی بھی نہیں۔ ایسی متوازن صوتی ہم آہنگی اور ایسی موسیقیت کہ کفار مکہ بول پڑے کہ 'یہ تو شاعر کا کلام ہے'۔ یہ نثر ہے، مگر سادہ اور خشک نثر نہیں، اس کی عبارت ہی نہیں، اس کی اشارت بھی ادبی جمالیات سے معمور ہے۔

قرآن کریم کا معجزہ کیا ہے؟ صرف الفاظ یا صرف معانی؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں اعتبار سے معجزہ ہے۔ نہ کوئی اس کے الفاظ کی نقل تراش سکتا ہے، نہ کوئی اس کے معانی کا بدل پیش کرسکتا ہے۔ جو اس کے معانی ومطالب کے فہم پر قادر ہیں، وہ مشکل سے اپنے آنسو پر قابو رکھ پاتے ہیں۔ سنتے ہی بے اختیار آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ صرف الفاظ بھی کوئی سنے تو اس کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ ایسی دھلی ہوئی، صاف شفاف زبان

کے سماعت سے ٹکراتے ہی جذب وانجذاب کے عالم میں وجد کرنے لگتا ہے۔اس کی صوتی ہم آہنگی اور الفاظ کی نغمگی سے محظوظ ہوتا ہے۔عجمیوں میں سے کتنے قرآن کریم کا فہم رکھتے ہیں مگر اس کے الفاظ کی سحر کاری ہی ہے کہ وہ بھی قرآن کریم کی تلاوت سن کر وجد کرنے لگتے ہیں۔ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ کلام ملہم من اللہ ہے، وحی ربانی ہے، کلام خداوندی ہے، جو تمام انسانی آلائش اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہے۔اس کا اصل معجزہ یہی حسن بیان اور اس کی فصاحت و بلاغت ہے، جس کی نظیر و مثیل پیش کرنے سے انسانی اذہان عاجز ہیں۔زمانۂ قدیم کے یار ادیبوں نے بہت زور مارا، روز ایک تازہ قصیدہ نئی تشبیب کے ساتھ تخلیق کرنے والے بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے اس کا بدل پیش کرنے کی کوشش کی، مگر نہ تو کوئی اس جیسی کوئی سورت پیش کر سکا اور نہ اس جیسی کوئی آیت تخلیق کر سکا۔مولانا الطاف حسین حالی نے بھی ابن خلدون کے حوالے سے انشا پردازی کا مدار الفاظ پر رکھا ہے، گو انھوں نے مزید بحث کرتے ہوئے الفاظ اور معانی دونوں کی اہمیت کے درمیان توازن و توافق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ دونوں کے حسین ملاپ سے ہی بہتر انشا پردازی کا نمونہ سامنے آتا ہے، مگر الفاظ کو بہر حال انشا پردازی کے معاملے میں تفوق حاصل ہے۔الفاظ مقدم اور معانی مؤخر۔ابن خلدون کے حوالے سے مولانا حالی لکھتے ہیں:

> ''انشا پردازی کا ہنر نظم میں ہو یا نثر میں، محض الفاظ میں ہے، معانی میں ہرگز نہیں۔معانی صرف الفاظ کے تابع ہیں اور اصل الفاظ ہیں۔معانی ہر شخص کے ذہن میں موجود ہیں، پس ان کے لیے کسی ہنر کے اکتساب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر ضرورت ہے تو صرف اس بات کی ہے کہ ان معانی کو کس طرح الفاظ میں ادا کیا جائے۔''

وہ کہتے ہیں کہ:

> ''الفاظ کو ایسا سمجھو جیسے پیالہ، اور معانی کو ایسا سمجھو جیسے پانی۔پانی کو چاہے سونے کے پیالے میں بھر لو، اور چاہے چاندی کے پیالے میں، پانی کی ذات میں کچھ فرق نہیں آتا۔مگر سونے اور چاندی وغیرہ کے پیالے میں اس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور مٹی کے پیالے میں کم ہو جاتی ہے۔اسی طرح معانی کی قدر ایک فصیح اور ماہر کے بیان میں زیادہ ہو جاتی ہے اور غیر فصیح کے بیان میں گھٹ جاتی ہے۔'' (مقدمہ شعر و شاعری، ص: ۶۲)

علامہ خطابی بھی قرآن کریم کا معجزہ اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے حسن بیان کو ہی مانتے ہیں۔

وہ بھی یہی کچھ فرما گئے ہیں:

"ذهب الاكثرون الى ان وجه الاعجاز فيه من جهة البلاغة" (اہل علم کی اکثریت کا یہ موقف ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز، اس کی فصاحت و بلاغت میں مضمر ہے)

بہت سے کج فہم قرآنی آیات اور اس کے جملوں اور اس کی تراکیب کو عربی قواعد سے متصادم بتاتے نہیں تھکتے، مگر غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ جن قواعد واصول کی میزان پر قرآن کریم کو تولا جارہا ہے، وہ بہت بعد میں تتبع اور استقرا کی بنیاد پر تیار کیے گئے ہیں اور ان کی تیاری میں بھی انسانی ذہن نے یا کسی نحو وصرف کے ماہر نے اپنے دم پر یہ سفر طے نہیں کیا، بلکہ قرآن کریم کے متن نے ہی اس کی رہ نمائی کی ہے۔ اور یہ کوئی دلیل بھی نہیں ہوسکتی کہ اگر کلام خداوندی ان انسانی اصول وقواعد کے معیار پر نہ اترے تو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہوسکتا۔ ذات خداوندی کی طرح یہ کلام بھی انسانی قواعد واصول سے بالاتر ہے۔ دراصل وہ اس بہانے کی آڑ میں قرآن کریم کے معجزہ کی تکذیب وتغلیط کرنا چاہتے ہیں، مگر ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی شان، اس کے حروف، اس کی تراکیب، اس کی لفظیات سے عیاں ہے۔ قرآن کریم تو عربی زبان کی جان اور پورے ادبی سرمایے کی روح ہے۔ اسی کی روح اور اسی کی آمیزش سے دوسرے انسانی کلام میں اثر وتاثر پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ اور تراکیب کو استعمال کر کے ادبا اور شعرا اپنے کلام میں ندرت وطرفگی کا جادو جگاتے ہیں۔ طول طویل جملوں کی تعبیر کے لیے قرآن کریم کی ایک آیت کافی ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے اعجاز اور اس کی فصاحت و بلاغت کی انتہا کا سرا بہت کم لوگوں کے ہاتھ آیا۔ عربوں میں تو کئی نام ہیں جنھوں نے قرآن کریم کے الفاظ واسرار کے سینے کو چاک کیا، مگر عجمیوں میں یہ خدمت بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے۔ قرآن کریم کے معجزہ کو جن لوگوں نے سمجھا ان کے بارے میں یہ مقولہ بہت مشہور ہوا کہ "**لم يدر اعجاز القرآن الاالاعرجان احدهما من زمخشر و ثانيهما من جرجان**" یعنی قرآن کریم کے اعجاز کو جن لوگوں نے سمجھا اس میں شیخ عبدالقاہر جرجانی اور علامہ زمخشری کے سوا اور کوئی نام مذکور نہیں، مگر ہمیں اس حقیقت کے اظہار میں فخر کا احساس ہے کہ عجمیوں میں فخر المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری کو بھی اعجاز قرآنی پر عبور حاصل تھا اور اسی لیے وہ اس میں اضافہ کرتے ہوئے مبتسم انداز میں طلبہ کے ہجوم میں فرمایا کرتے تھے "وانا ثالثهما"۔ علامہ کشمیری کے جن تفردات وتحقیقات کو عالم علم وفن میں شہرت وناموری حاصل ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ ہر دم قرآن کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن رہتے تھے اور اس میں سے لعل وجواہر نکال کر دنیائے علم وفن پر لٹاتے تھے۔ اور اپنے مستفیدین پر ان

معانی ومعلومات کی بارش کرتے تھے۔ چناں چہ علامہ کشمیری بھی اعجاز قرآنی کے حوالے سے یہی کچھ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز کا پہلو اس کے الفاظ ومفردات میں مضمر ہے:

> ''قرآن مجید کا اعجاز مفردات اور ترکیب وترتیب کلمات اور مقاصد وحقائق کی جملہ وجوہ سے ہے۔ مفردات میں قرآن مجید وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے جس سے اوفی بالحقیقۃ واوفی بالمقام الثقلین نہیں لاسکتے۔ مثلا جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر توفی کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں نہ بقاء جسد تھی نہ بقاء روح۔ توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدہ میں موت توفی نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق کیا اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ کہ فناء محض۔ اس حقیقت کو کلمہ سے کشف کردیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے معنی سے جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔'' (نقش دوام، انظر شاہ کشمیری، ص: ۳۵۴، بیت الحکمت دیوبند، ۱۹۹۶ء)

قرآن کریم کی معجز نمائی ہی تھی کہ عرب کے ادبا، شعرا اور زبان کے ماہرین نے جب اس کو سنا تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، یہ تو کسی مافوق البشر طاقت کا فرمودہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ زمانۂ قدیم کے عربی زبان کے ماہرین اور اس وقت کے مایہ ناز شعرا وادبا نے جب اس کلام کی تاثیر وقوت دیکھی تو اپنے قصائد سے توبہ کرلیا۔ عربی شاعری کا اعلی ترین معیار 'سبعہ معلقہ' کا اعتبار نیست ونابود ہوگیا۔ کعبہ کی دیوار پر معلق اپنے جن اشعار پر ان کو ناز تھا، ان کو نذر آتش کردیا۔ بلکہ قرآن کے اس ادبی نمونے کے سامنے اتنے عاجز وبے بس ہوگئے کہ اپنے پورے شعری اور ادبی سرمایہ کو ہی درگور کردیا۔ اور جب سچائی کی آنکھ سے قرآن کریم میں غور کیا اور انھیں قرآن کریم کے ادبی حقائق کا علم ہوا تو وہ بھی بیک زبان پکار اٹھے: ''خدا کی قسم! یہ محمد ﷺ کا کلام نہیں ہے۔'' ادیبوں، عالموں اور شاعروں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ اس کلام کا معارضہ پیش کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ قرآن کے چیلنج کے سامنے ہر ایک نے ہتھیار ڈال دیے۔ عہد عباسی کے مشہور ادیب ومترجم عبداللہ ابن مقفع نے سنا تو بول پڑا کہ اس کلام کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ حضرت عمرؓ جیسے سخت اور پتھر دل شخص پر رقت طاری ہوگئی۔ حالاں کہ حضرت عمرؓ اپنے وقت کے اعلم الناس بالشعر کہلاتے تھے۔ یہ قرآن کریم کا ادبی اعجاز ہی تھا کہ دشمن بھی چھپ کر قرآن کریم سنتے تھے اور دوسروں کو اس کی سماعت سے روکنا چاہتے تھے کہ کہیں یہ قرآن کے سحر میں کھو نہ جائے اور اپنے آبائی دین سے منحرف ہوکر قرآن کی حقانیت پر ایمان نہ لے آئے۔ نہ کسی نے ایسی زبان میں گفتگو کی اور نہ کسی نے

ایسی فصیح وبلیغ عبارت لکھی۔اس سے یہ حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم فصاحت وبلاغت کی اس انتہا پر پہنچا ہوا ہے کہ اس کے الفاظ وانداز اور اس کے اسلوب کا ثانی تیار کرنا یکساں طور پر ہر انسان کے لیے معجز رہا ہے۔قرآن کریم کا اسلوب اور اس کا انداز نگارش بھی معجز نما ہے۔اس کی ہمسری کوئی نہیں کرسکتا۔علامہ کشمیری ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

> ''قرآن کریم اپنے اسلوب میں عام تصنیفی وتالیفی قواعد کا پابند نہیں ہے۔وہ کسی موضوع سے متعلق اس کی تمام جزئیات کو بھی سمیٹنے کا اہتمام نہیں کرتا یا موجودہ مؤلفین کی طرح دفعات وار بیان کرنے کا اہتمام بھی قرآن میں نہیں۔ بلکہ قرآن کا اسلوب عربی اسالیب کے مطابق ہے جسمیں مفردات کا مفردات پر جملوں کا جملوں پر عطف کردیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے جو آیات ایک سیاق میں چلی جاتی ہیں ان کے بارے] میں [اختلاف ہوجاتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوتا ہے کہ آیت ثانی کا موضوع بعینہ آیت اولی کا موضوع ہے یا اور کچھ؟ بلاشبہ یہ بہت اہم امر ہے جس پر طالبین قرآن کی خاص توجہ رہنی چاہیے۔'' (نقش دوام،ص:۳۵۷)

قرآنی تعبیرات بھی منفرد اور لاجواب ہوتی ہیں۔انسانی اذہان اس قسم کی تعبیرات پیش کرنے سے عاجز ہے۔علامہ کشمیری لکھتے ہیں:

> ''قرآن کسی مقصد کی تعبیر میں اگر وہ واضح ہوگیا پھر الفاظ کی بھرت پیش نظر نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ بعض مواقع پر آپ محسوس کریں گے کہ یہاں اس لفظ کی کمی ہے۔ حالانکہ قرآن جس مقصد کی توضیح چاہتا تھا وہ حاصل ہوچکی تو زائد الفاظ بالکل زائد ہوتے۔'' (نقش دوام،ص:۳۵۸)

قرآن میں لفظوں کا انتخاب بھی ایک معجزہ ہے۔ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانا مشکل ہے۔اگر ایسا کیا گیا تو قرآن کا مقصد فوت ہوجائے گا اور اس کی فصاحت وبلاغت پر حرف آئے گا۔علامہ کشمیری کہتے ہیں:

> ''جسے قرآن کا صحیح ذوق نصیب ہوگا اور عربی اسلوب پر اسے بصیرت حاصل ہوگی وہ دیکھے گا کہ قرآن اس انداز پر رواں دواں نہیں جو عامیانہ ہے بلکہ قرآن کریم الفاظ کے انتخاب میں خود اپنا ایک معیار رکھتا ہے اور اس کا معیار نہایت صاف ستھرا،شگفتہ اور اس قدر جامع ہے کہ آپ قرآن کے کسی ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانے سے عاجز ہیں جو قرآن کے منتخب لفظ کی واقعی قائم مقامی کرسکتا ہو اور یہ اس لئے کہ مخلوق اشیاء کی حقائق پر

صحیح اطلاع نہیں رکھتی اور وہ یہ بھی فیصلہ نہیں کرسکتا کہ یہاں کونسا لفظ حقیقت کی صحیح ترجمانی اور مقام کے واقعی مناسب وزیبا ہے۔'' (نقش دوام، ص: ۳۵۸)

قرآن کریم چوں کہ کلام خداوندی ہے۔ اس لیے اس کے عجائبات اور نوادرات کا سرچشمہ کبھی خشک یا ختم نہیں ہوگا۔ جمیع العلوم فی القرآن۔۔۔۔ کا شعر ہر دن نئے نئے نکات و جہات سے ہمیں آگاہ کرتا رہتا ہے۔ لگ بھگ ساڑھے چودہ سو سال سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین اس کے اسرار و رموز کے سمندر میں غوطہ زن ہیں اور اس میں سے ہیرے اور موتی نکال رہے ہیں اور اس کو انسانی آبادی پر تقسیم کررہے ہیں، کوئی ایسا دن اور شام نہیں ہوتی ہوگی جب کوئی عربی زبان کا ماہر اس میں نئی تحقیق کا سراغ نہ لگاتا ہو۔ قرآن کریم کے نزول سے لے کر اب تک اس کی تشریح وتفسیر ہورہی ہے، کوئی اس کے سائنسی پہلو پر کام کررہا ہے تو کوئی اس کے طبی پہلو کو اپنی تحقیق کا مرکز بنارہا ہے۔ کوئی اس کے ادبی اعجاز کو ریسرچ کا موضوع بنارہا ہے تو کوئی اس کے معنیاتی پہلو کی گرہ کشائی کررہا ہے۔ قرآنی تفسیر اور اس کے متعلقات پر اب تک جتنے ماہرین اور محققین نے اپنی طبعی جولانی کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے سامنے دوسرے علوم وفنون کی کتابیں ہیچ ہیں۔ قرآن کی ادبی اور فنی تعبیر عربوں کے مطالعہ وتحقیق کا ہمیشہ محور رہا ہے۔

جہاں عربوں نے قرآن کے متعلقہ علوم وفنون پر تحقیق کرنے کے ساتھ اس کے ادبی اسرار و رموز کو اجاگر کیا ہے وہیں عجمیوں نے بھی حتی المقدور قرآن کریم کے ادبی اعجاز کو اپنے مطالعہ کا مرکز بنایا ہے۔ انھوں نے قرآن کے الفاظ سے نئے نئے ادبی نکتے دریافت کیے ہیں۔ ایک ہی قسم کے مختلف الفاظ کے درمیان تفاوت کی گہرائیوں میں اتر کر اس سے نئے نئے معانی دریافت کیے ہیں۔ تفسیروں میں بھی قرآن کی بلاغت وفصاحت اور الفاظ وحروف کے تفاوت وتباین پر ذیلی گفتگو کی گئی ہے، مگر قرآنی اعجاز کے اس موضوع پر عربوں نے باقاعدہ کتابیں بھی لکھی ہیں۔ عربوں نے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، اس کی جمالیاتی کیفیت، اس کے اسلوب وفنی خصائص اور اس کے لفظی اور معنوی نکات وجہات کو سمیٹا ہے۔ اس سلسلے میں سید محمد قطب کی التصویر الفنی بہت ہی اہم کتاب ہے۔ لیکن اردو کا دامن ابھی اس قسم کی کتابوں سے خالی ہے۔ علامہ کشمیری کا نام اس باب میں لیا جاسکتا ہے مگر انھوں نے ادبی جہت پر زیادہ توجہ نہیں دی ہے۔ ان کے سامنے مطالعے اور تحقیق کے دوسرے اغراض واہداف تھے۔ سرسری طور پر لوگوں نے مضامین لکھے ہیں اور اردو کی تفسیروں میں قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت اور اس کی زبان وبیان پر بحث و تمحیص کی گئی ہے، مگر وہ باضابطہ، مربوط یک موضوعی اور مفصل نہیں ہے۔ اس لیے یہ ضرورت آج بھی برقرار ہے کہ ایسی کتاب لکھی جائے جس سے قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس میں مستعمل ایک ہی قسم

کے الفاظ کے تکرار کی معنویت کا پتہ چلے۔ ہر میدان میں ہمارے محققین اپنی دماغی صلاحیت کو صرف کر رہے ہیں، ہمارے جدید اذہان کو بھی اس طرف توجہ کرنے اور کلام خداوندی سے شغف اور تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اردو کا دامن اس قسم کی کتابوں سے مالا مال ہو سکے۔ قرآن جس طرح عربوں کی توجہ والتفات کا محور رہا ہے، بدقسمتی سے ہم عجمیوں نے اب تک وہ توجہ قرآن پر مبذول نہیں کی ہے۔ ہم اس کی زبانی تلاوت تو کرتے ہیں، مگر اس کے افہام وتفہیم پر مطلوبہ توجہ نہیں دیتے۔ ہم قرآن خوانی کی اہمیت اور اس کی فضیلت سے تو آشنا ہیں مگر ہم قرآن فہمی کے فوائد وثمرات سے آگاہ نہیں ہیں۔ علامہ اقبال کے شعر کی روشنی میں بس یہی استدعا کی جاسکتی ہے کہ

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

❁❁❁

(بقیہ صفحہ ۵۳ کا)

لہٰذا اب دوسروں کو الزام دینے کے بجائے اور اس بگڑے بلکہ بگاڑ کی انتہاء کو پہنچ چکے اور کینسر زدہ معاشرہ کی شکایت ترک کر کے ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داری بخوبی نبھانا چاہئے اور یہی ان مشکلات کا واحد حل جیسا کہ قرآن کا حکم بھی یہی ہے: قوا انفسکم و اھلیکم نارا کہ خود بچانے کی فکر کریں دوسرے کا چکر چھوڑیں، دوسرا کیا کر رہا ہے اس کا عمل اس کے ساتھ، ہمیں اپنے عمل کی فکر کرنی ہے اور شاید قرآن کا یہ فرمان ایسے ہی وقت کے لیے ہے:

یا أیھا الذین آمنوا لا یضر کم من ضل إذا ھتدتم۔

دوسروں کی گمراہی بے راہ روی (اس وقت جب کوئی کسی کی ماننے والو نہ ہو) ایمان والوں کو نقصان دی نہ ہوگی جب کہ وہ اپنے طور پر راہ راست پر رہیں اللہ تمام امت کو فہم ثابت اور فکر صائب سے ہم کنار کرے یقین محکم عمل پیہم کی بجھی آگ کو پھر سے شعلہ بنادے اور ایک بار پھر اسلام کی مسخ شدہ تصویر کو بے داغ بنا کر پیش کرنے کی خدمت ہم سے ہی لے لے کہ اس کی ذات سے کچھ بھی بعید نہیں، و ما توفیقی الا باللہ۔

حضرت مولانا سیّد انظر شاہ مسعودی کشمیریؒ
یادیں زندہ ہیں

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر
استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

وقت کتنی تیزی کے ساتھ گذرتا ہے احساس ہی نہیں ہوتا حضرت شاہ صاحبؒ کو اس عالم ہستی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کئے نو سال ہو گئے، ایسا لگتا ہے ان کا حادثۂ وفات کل ہی پیش آیا تھا، وہی غم واندوہ، وہی حزن وملال، وہی کثیر مجمع، وہی لوگوں کے چہروں پر رنج کی لکیریں، آہ وبکا، سب کی زبانوں پر حضرت شاہ صاحبؒ کا تذکرہ، سب ان ہی کے ذکر میں مصروف، ان کی خصوصیات اور امتیازات پر اپنے اپنے انداز میں اظہارِ خیال، ایسا کچھ بھی نہیں یہ میرا خیال ہے وہ منظر میری نگاہوں میں محفوظ ہے اور مجھے لگتا ہے کہ آج وہی دن ہے جس دن حضرت شاہ صاحبؒ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے، دیوبند اپنے فرزند کی یادوں کو بھلا نہیں سکا ہے اور نہ بھلا سکے گا، علماء کی مجلسیں اور خصوصا مدارس کا میدان، کبھی حضرت شاہ صاحبؒ کے ذکر سے خالی نہ رہے گا۔

چند ماہ ہوئے علمی دنیا کو دو بڑے علمی حادثوں سے گزرنا پڑا ایک حادثہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی شیخ ثانی دارالعلوم دیوبند کا تھا وہ گئے تو سب نے محسوس کیا ایک با کمال ہستی دنیا سے چلی گئی اور وہ سلسلہ پھر سے ٹوٹ گیا جو درسِ حدیث کا ہمارے اکابر نے قائم کیا تھا، مولانا عبدالحق صاحب اعظمی چوں کہ استاذ حدیث کی حیثیت سے متعارف ومشہور تھے اس لیے ان کے جانے پر حضرت شاہ صاحبؒ کی پھر یاد آئی اتفاق یہ کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ حضرت شاہ صاحب کے پڑوس ہی میں رہتے تھے اس لیے حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ کے تعلق کے بھی واقعات ذہن میں گھوم گئے۔ دوسرا بڑا حادثہ پاکستان میں پیش آیا اس وقت کی محدثین کی صف میں ممتاز شخصیت حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحبؒ کی تھی وہ دیوبند کے فیض یافتہ اور برصغیر میں علم حدیث کے شناور کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، وہ گئے تو پھر سے دیوبند کی وہ روایتیں سامنے آکر کھڑی ہو گئیں، جو الامام محمد قاسم نانوتویؒ سے ہوتی ہوئیں شیخ الہندؒ تک پہنچیں وہاں سے امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ تک منتقل ہوئیں اور یہ سلسلہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدینؒ سے ہوتا ہوا

یہاں تک پہنچا تھا حقیقی معنی میں یہ ولی اللہی سلسلہ کی وہ کڑیاں ہیں جو زمانہ بہ زمانہ مضبوط ہوتی گئیں اور مشیتِ الٰہی سے اس کا ٹوٹنا اور ان آفتابِ علم وکمال کا غروب ہونا جاری رہا، لوگ یقینی طور پر آئیں گے حدیث کی مسند ہو یا تفسیر کا درس، سب جاری رہیں گے مگر جو لوگ چلے گئے وہ یقینی طور پر واپس نہیں آئیں گے۔

اور ان کے واپس آنے پر ہی کیا گفتگو بلکہ جس علم، فضل، کمال، خشیت، تقویٰ، للّٰہیت، اخلاص، رسوخ، تعمق کے وہ لوگ مالک تھے ان سب کی آئندہ واپسی نہیں ہوگی۔ وہ گئے تو یہ سب چیزیں اپنے ساتھ لے گئے آج جو ہیں اور جو کچھ ان کو میسر ہے آنے والوں کے پاس نہ ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اس لیے یاد آتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے انھیں مختلف میدان میں بڑی اعلیٰ صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا خطابت پر ان کی اجارہ داری تھی، قلم ان کے زیر نگیں تھا، تدریس بلند وبالا تھی، فکر نکھری اور ستھری، سیاسی امور پر ان کی گہری نظر اور سیاست سے پیدا ہونے والے مسائل وحالات کو سمجھنے کا خصوصی ملکہ تھا۔ وہ ان علماء میں سے نہیں تھے جو عمومی طور پر اپنے گرد وپیش سے ناواقف رہتے ہیں، بڑے بڑے حادثے اور واقعات سروں سے گزر جاتے ہیں اور ان کی بے خبری کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا۔ اور ایک امتیاز جو حضرت شاہ صاحبؒ کو اپنے معاصرین میں ممتاز کرتا ہے وہ اردو اور فارسی شعر وادب سے ان کی انتہائی واقفیت اور اردو وفارسی شعراء کے کارناموں اور مختلف ادوار میں ہونے والے کاموں پر بھی ان کی معلومات قابل رشک تھیں۔ پھر اپنی تحریروں اور تقاریر میں جس بے تکلفی کے ساتھ وہ فارسی واردو اشعار سناتے اور لکھتے اس کا معاملہ صرف سنانے اور لکھنے کا نہیں تھا بلکہ موزوں اور مناسب موقعوں پر اشعار نقل کیا کرتے۔ بعض لوگوں کے حافظہ میں اچھے اور خوبصورت اشعار محفوظ ہیں مگر وہ اس سلیقے سے محروم ہیں کہ کس وقت انھیں پڑھنا اور ادا کرنا ہے، پھر ان کی ادائیگی اور پڑھنے کا انداز وآہنگ بھی ایسا نہیں ہوتا جو شعر کی معنویت کو ادا کر سکے، بس وہ تو شعر پڑھ دیتے ہیں جو پڑھنے اور سننے والوں کے قریب سے ہو کر گزر جاتا ہے لیکن وہ حقیقت میں وہ خود بھی شعر کی حقیقت تک نہیں پہنچ پاتے، حضرت شاہ صاحبؒ کے یہاں ایسا معاملہ نہیں تھا وہ شعر کی رُوح تک پہنچتے اور معانی ومفاہیم کی گہرائی میں اترتے۔ شعر شناسی یا شعر فہمی کا خداداد ملکہ تھا اور اس کے برمحل استعمال کا رب العالمین نے بڑا نفیس ذوق عطا فرمایا تھا۔

ان کی اور خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ قابل ذکر ہے کہ ان کا دسترخوان بڑا کشادہ تھا خود تو بہت کم کھانے کے عادی تھے، غذا بہت معمولی تھی لیکن موجودین اور مہمانوں کی خوب مدارات کرتے ایک ایک چیز کی جانب اشارہ کرتے، کہتے ''بھائی یہ لو'' ''یہ بہت اچھا ہے'' ''اسے دیکھو'' ''اس کا ذائقہ کیسا ہے'' ''پسند آئے گا'' اصرار کر کے کھلاتے اور بار بار تاکید کرتے بہت سے لوگ دسترخوان تو بچھا دیتے ہیں لیکن

آداب میز بانی سے واقف نہیں ہوتے، خاموش بیٹھے رہتے ہیں، مہمان نے جو کچھ لیا، لے لیا۔ جتنا کھایا کھالیا، جس کی چیز کی طرف ہاتھ بڑھایا بڑھا چکا۔ میز بان گونگے کا گڑ کھائے بیٹھا رہتا ہے، زبان سے ایک لفظ بھی نہیں پھوٹتا، پھر شاہ صاحبؒ اپنے مہمانوں کے آرام کا بڑا خیال کرتے تھے، بستر لگایا کہ نہیں، تکیہ ہے یا نہیں، لحاف یا چادر دیکھو موجود ہے کہ نہیں، یہ کبھی نہیں کرتے تھے کہ مہمان کو دوسروں کے حوالے کیا اور بےفکر ہو گئے، جب اطلاع مل جاتی کہ مہمان کے آرام وراحت کا مکمل انتظام ہو گیا ہے تو مطمئن ہو جاتے، یہ ان کی ایسی ادا تھی جو آنے والے کا من موہ لیتی اور ان سے ملنے والا ہمیشہ کے لیے ان کا گرویدہ ہو جاتا، مہمان نواز تو تھے ہی ایک آدمی ہو یا دس آدمی سب کو کھانے پر مدعو فرما لیتے بلکہ بعض مرتبہ میں نے دیکھا کہ ہندوستان یا بیرون ہندوستان کی کوئی جماعت جو بیس پچیس آدمیوں پر مشتمل ہوتی اگر شاہ صاحبؒ سے ملنے کے لیے پہنچ گئی تو اسے بھی باصرار کھانے کی دعوت دیتے اور وقت پہنچنے کی تاکید کرتے۔

کچھ لوگوں کے یہاں بزرگی اور بڑائی کا معیار یہ ہے کہ کسی سے بات نہ کرو، مسکرانے کا معاملہ تو ان کے یہاں جرم کا سا ہے کوئی آیا خاموش بیٹھے ہیں، کوئی گفتگو نہیں، خوش مزاجی کا کوئی جھونکا نہیں، اپنائیت کا کوئی احساس نہیں، آنے والا آیا اور رخصت ہو گیا، مگر یہ احساس اپنے ساتھ لے کر گیا کہ بڑے خشک مولانا ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ خندہ رُوئی کے ساتھ ملتے اور مسکرا کر باتیں کرتے آنے والے پر یہ اثر پڑتا کہ وہ اپنے آنے کے مقصد کو بےتکلفی کے ساتھ بیان کر دیتا، جس سے حضرت شاہ صاحبؒ کے لیے بھی اور مہمان کے لیے بھی بات آسان ہو جاتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی زندگی میں اس کا خیال رکھا کہ اولاد کی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی نہ آئے ان کی پہلی اہلیہ دنیا سے گزریں تو سات بچے اپنے پیچھے چھوڑ گئیں بغیر عورت کے گھر چلانا اور پھر چھوٹے چھوٹے بچوں کا پورا خیال رکھنا ان کی ضرورتوں کی تکمیل کرنا، ان کو تعلیم دینا اور بہترین تربیت سے سجانا اور سنوارنا کسی کے لیے بھی آسان کام نہیں ہے مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے تمام تر مصروفیتوں کے باوجود اس میں کمی نہیں آنے دی۔ باپ ہونے کے ساتھ ساتھ ماں کا بھی رول ادا کیا۔ ان کی زندگی کے بےشمار گوشے ہیں جن پر آسانی کے ساتھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہے اور لکھنے والے لکھ بھی رہے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ ان گوشوں پر بھی یقینی طور پر لکھا جائے گا۔ ہاں مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا تھا وہ پُر نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ یہ احساس دن بہ دن بڑھ رہا ہے ؎

تمہارے اٹھتے ہی کیا ہوگیا یہ محفل میں
چراغ ہیں تو ، مگر کیسے جھلملائے ہوئے

❂❂❂

دیدارِ خداوندی

زیرِ نظر مضمون حفید الانور حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم کا تحریر کردہ ایک مقدّمہ ہے، جو محترم مولانا ثمین اشرف قاسمی صاحب کی کتاب ''دیدارِ الٰہی کا شوق'' کے لئے سپردِ قلم کیا گیا۔ افادۂ عام کے لئے اسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ و کفی والصلاۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ، امابعد.

انسیت انسان کی گھٹی میں ہے، وہ جہاں کہیں بھی رہے، خویش واقارب اور دوست واحباب کی محبت اس کے نہاں خانۂ دل میں ہوگی۔ وہ اپنی اس فطرت کو بدل بھی نہیں سکتا۔ اس کے بغیر اس کی حیات کا ہر پل بلا ہے، مشقت ہے، عذاب ہے، غالب نے کہا تھا:

آتشِ دوزخ میں وہ گرمی کہاں
سوزِ غمہائے نہانی اور ہے

حاشیۂ جلالین پر وخلق منہا زوجہا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابوالبشر خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ کوئی پرکشش مخلوق ان کے ہم پہلو ہے، فوراً ہاتھ بڑھانا چاہا، باری تعالیٰ نے منع کر دیا تو رک گئے، یہ پرکشش مخلوق ''حوّا'' تھیں، جو بعد میں ان کی شریکِ حیات ٹھہریں- حوا کی طرف قلب ونظر کا یہ جھکاؤ اسی ''اُنس'' کا کرشمہ تھا، دیکھیے عربی شاعر کیا کہہ گیا ہے:

وما سمی الانسان الا لانسہ
وما القلب الا انہ یتقلب

شعرا وادبا نے اپنی تخلیقات میں انسانوں کے باہمی لگاؤ، محبت ومودت اور عشق ووارفتگی کی جو داستانیں رقم کی ہیں، وہ زبان وادب کا حسین سرمایہ ہیں- لیلیٰ، مجنوں اور شیریں وفرہاد کے ناقابلِ یقین قصوں سے کیا کیا نتائج اخذ نہ ہوئے!! مولائے روم نے اپنی شہرۂ آفاق تالیف ''مثنوی'' میں قیس ولیلیٰ کے واقعات سے گراں قدر ''نصیحتیں'' مستنبط کی ہیں، جن سے قاری کے دل میں سوز وگداز، محبتِ رسول کی آتش افروزی، دخولِ جنت کا شوق اور دیدارِ الٰہی کا اشتیاق فراواں ہوتا ہے- کتبِ احادیث اٹھایئے اور

ان کا مطالعہ کیجیے تو عقل دنگ رہ جائے گی-پیغمبرِ اسلام کے صحابہ اتنے دیوانے کہ محبت وفدائیت کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے۔صحرائے محبت کے ان سرگشتگان نے ان کی حیاتِ طیبہ کی ایک ایک ادا محفوظ کرڈالی۔زلفِ مشکبار کا طول وعرض کیا تھا؟ بالِ مبارک کتنے سیاہ تھے اور کتنے سفید؟ قامتِ زیبا کی لمبائی کیا تھی اور چوڑائی کیا؟ شمعِ رسالت کے پروانوں نے کسی جزیئے کو نہیں چھوڑا۔یہی متاعِ عشق تھا کہ صحابۂ کرام محبوبِ رب العالمین پر جان قربان کردینا بھی اپنی سعادت تصور کرتے ،حدتو یہ کہ میدانِ جنگ میں سخت زخمی ہیں، بے چینی کا عالم ہے، درد سے پریشان ہیں، جان حلقوم تک پہونچ گئی،مگر اس مشکل مرحلے میں بھی ان کی زبان سے جاری ہے:

غداً نلقی الاحبۃ محمداو صحبـــہ

حسنِ نبوت نے ان شیدائیوں کو اس درجہ مبہوت کررکھا تھا کہ ''ماہِ کامل'' اور ''چہرۂ انور'' کے درمیان موازنے ہوتے ،جس میں روے انور کا حسن فائق وارفع نظر آتا۔

ذرا سوچیے !ایک شخص بستر پر بیمار پڑا ہے، اپنے مرض سے عاجز اور چور۔رفتارِ زمانہ سے بے خبر۔ اچانک اس کا محبوب اور منتظر مطلوب آجاتا ہے تو یہ ''مردِ بیمار'' بستر سے یوں اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ کوئی تکلیف اسے چھو کر نہیں گزری، ہشاش، بشاش اور مکمل نشاط، دہلی کے شاعر غالب نے اسی مفہوم کو ادا کیا ہے:

ان کے دیکھے سے جوآجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حـال اچھـا ہے

یہ حال تو مخلوق سے مخلوق کی محبت کا ہے، جب خاکی حسن کا یہ عالم ہے تو فاطرِ کائنات کی جلوہ گری کا کیا عالم ہوگا!! قرآن میں ہی ہے: **وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ**۔ قیامت کے دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے، ان کی نگاہیں فاطرِ ہستی کے جلوے میں کھوئی ہوئی ہوں گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کا مقصود خوشنودیٔ ربانی کے ساتھ حصولِ جنت بھی ہے، مگر جنت سے بڑھ کر بھی ایک عظیم نعمت ہے، اسی ''الکتاب'' میں ہے: **لھم مایشاؤن فیھا و لدینا مزید**، باغِ بہشت میں ''عیشِ دوام'' کے سوا ہمارے پاس '' کچھ اور بھی'' ہے، وہ ''مزید نعمت'' یہی دیدارِ باری ہے، حضرت انسؓ اور جابرؓ سے قرطبی الامام نے یہی نقل کیا ہے۔

دیدارِ خداوندی کی لامثال نعمت کی خوشخبری ایک دوسری جگہ یوں بھی دی گئی: **للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ**۔ نیکوکاروں کے لیے جنت ہے اور ''مزید برآں'' بھی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام سے اس کی تفسیر یوں نقل کی ہے:

اذا دخل اهل الجنة الجنة نادیٰ مناد: ان لکم عند الله موعداً، قالوا الم يبيض وجوهنا و ينجنا من النار و يدخلنا الجنة قالوا بلیٰ فيكشف الحجاب، قال: فوالله ما اعطاهم شيئاً احب اليهم من النظر اليه۔

جب جنتی بہشت میں داخل ہوں گے، تو کوئی پکارنے والا آواز لگائے گا: تم سے کیا ہوا اللہ کا ایک وعدہ باقی ہے، تو اہلِ جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیے؟ کیا اس نے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ (اب کون سی نعمت ہے جو باقی رہ گئی؟)، فرشتے کہیں گے کہ ہاں ہاں! کیوں نہیں؟ اتنے میں ''حجابِ باری'' اٹھ جائے گا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بخدا! حق جل مجدہٗ نے دیدارِ خداوندی سے بڑھ کر انہیں کوئی چیز نہیں دی (ترمذی شریف، ج، دوم)

ترمذی شریف ہی میں یہ حدیث بھی آئی ہے: **واكرمهم على الله من ينظر الى وجهه غدوة و عشية،** اللہ کی نظر میں سب سے معززوہ شخص ہوگا، جو اس کا روئے تاباں شام وسحر دیکھے گا (حوالۂ بالا)

اللہ جانے کہ دنیا کتنی صدیوں سے آباد ہے، دیکھنے والوں نے کیا کیا نعمتیں نہ دیکھیں!! کن کن نعمتوں سے وہ لطف اندوز نہ ہوئے، مگر ایک نعمت ایسی بھی ہے، جس کی خواہش اور تمنا ساکنانِ ارضی کو بے قرار کئے رہی، پر پوری نہ ہوئی، پچھلے انبیا کی امتیں بھی اس دیدار کو ترس چکی ہیں- پیغمبرِ جلیل حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے مطالبے پر اپنی خواہش ظاہر کی تو جواب یہی ملا: **لن ترانی،** تم مجھے دیکھ ہی نہ پاؤ گے۔ نتیجہ یہ کہ حضرت موسیٰ ''کلیم اللہ'' تو ضرور بنے، لیکن خالقِ کائنات کا روئے تاباں وہ بھی نہ دیکھ نہ پائے- یہ نصیبہ کسی کو ملا تو اسی پیغمبر کو، جس کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج رکھا گیا۔ شبِ معراج میں ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اس بے ہمہ و باہمہ ہستی کی زیارت سے سرفراز ہوئیں۔

دیدارِ خداوندی وہ عظیم ترین نعمت ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ اور بونی ہیں، ہماری یہ آنکھیں عناصرِ اربعہ کی کثافت کی بنا پر ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کے دیدار سے مشرف ہو سکیں۔ **لا تدركه الابصار و هو يدرك الابصار**، لیکن یہی دیدے وہاں اتنے طاقت ور ہو جائیں گے کہ جمالِ الٰہی کا دیکھنا ان کے لئے سہل ہو جائے گا، حدیث شریف میں یہ الفاظ آئے ہیں:

ترونه كما ترون هذا القمر لا تضامون في رؤيته۔

تم اسے اس طرح دیکھو گے، جیسے چودہویں رات کا چاند دیکھ لیتے ہو، اسے دیکھنے کے لیے دھکا مکی کی زحمت اٹھانی نہیں پڑتی۔

غور کی نظر ڈالئے تو ساری عبادات جمالِ خداوندی کے دیدار کی مشق و تمرین کے لیے معلوم ہوں گی-

بخاری شریف کی حدیثِ جبریل ہی میں تو ہے کہ النبی الخاتم صلی اللہ وآلہ وسلم نے جبریلِ امین کے سوال ''ماالاحسان'' کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: **ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک،** تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا فاطرِ کائنات تیری نگاہوں کے سامنے ہے، اگر یہ کیفیت تم میں پیدا نہ ہوتو اتنا تو معلوم ہی ہے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہاں یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ اللہ کا دیدار ہر کسی کے حصے میں نہیں آئے گا، بلکہ یہ سعادت اس نصیبہ ور کی جھولی میں جائے گی، جسے ''اللہ سے ملاقات'' کے اشتیاق نے تڑپا کر رکھ دیا ہو، ترمذی شریف میں ہے:

من احب لقاءاللہ احب اللہ لقاءہ و من کرہ لقاءاللہ کرہ اللہ لقاءہ.

یہ اور اس جیسی متعدد آیات واحادیث ہیں، جن سے دیدارِ الٰہی کا شوق اجاگر کیا گیا ہے۔ دنیا مسلمانوں کے لئے مسافر خانہ ہے اور اصل گھر جنت، کمالِ کیاست یہی ہے کہ تیاری اسی گھر کی ہو۔ یہ عالمِ آب وگل فانی ہے، گزرتے گزرتے ایک دن یوں ہی گزر جائے گا۔

برادرِ مکرم ومحترم مولانا ثمین اشرف قاسمی صاحب زیدمجدہم ان خوش نصیب اہل علم میں ہیں، جن کا رشتہ لوح وقلم سے مستحکم تر رہا ہے۔ ان کی کئی کتابیں معرضِ وجود میں آئیں اور خراجِ تحسین وصول کر گئیں۔ ان کی ایک مشہور تالیف ''احادیثِ قدسیہ'' ہے، جس میں انہوں نے اپنی علمی دسترس کا بھرپور ثبوت پیش کیا ہے- ان کی ایک اور اہم علمی کتاب ''دیدارِ الٰہی کا شوق'' ہے۔ کئی جلدوں پر مشتمل۔ کاتب الحروف نے ان کا مطالعہ کیا اور بہت مستفید ہوا۔ کتاب میں ان آیات واحادیث کو جمع کرلیا گیا ہے، جن میں ''دیدارِ الٰہی'' سے پیوستہ کوئی کلام موجود ہے۔ اس تصنیف میں ایسی بحثیں ہیں، جن سے اعمالِ صالحہ کا ذوق ابھرتا، اسلامی حمیت جلا پاتی اور زیارتِ خداوندی کا شوق پروان چڑھتا ہے، اس میں علمی مباحث بھی ہیں، اکابر کے واقعات بھی ہیں، اسلاف کے بیان کردہ اچھوتے نکات بھی ہیں۔ ان کے ساتھ یہ کہ ترتیب عمدہ، قلم شگفتہ اور مندرجات باوزن ہیں، راقم کی نظر سے اس موضوع پر ایسی مفید اور جامع کتاب نہیں گزری۔

احقر مصنف اس ثمین کاوش پر مبارک پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ ان کی یہ تصنیف اپنے مقصد میں صدفی صد کامیاب رہے۔

❁❁❁

حالاتِ حاضرہ کی ایک جھلک
قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا محمد ساجد قاسمی

استاذ جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

آج حالات حاضرہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو آپ ﷺ کے فرمان مبارک کی تصویراتی تفسیر آنکھوں میں گردش کرنے لگتی ہے چودہ صدی پہلے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ یہ ہیں کہ:

إنما الناس كالإبل المائة لا تكاد تجد فيها راحلة (مشكوٰة باب تغير الناس)

کہ لوگوں کا حال بدلتے بدلتے یہ ہو جائے جیسے سو اونٹوں کا ریوڑ ہو اور اس میں (اے مخاطب) تجھے ایک بھی اونٹ اس قابل نہ ملے جس پر سواری کی جا سکے۔

محدثین نے اس پر کلام کیا کہ یہ حدیث قرون مشہود لہا بالخیر کے لئے نہیں بلکہ آخری زمانے کے لوگوں کے لئے جس کا مطلب ملا علی قاریؒ نے یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ اس تشبیہ سے یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا جو قحط الرجال کا ہو گا جس میں کوئی انسان سچی محبت کرنے والا اخلاص اور ہمدردی کا سچا مظاہرہ کرنے والا بے لوث تعاون اور بے مقصد تعلق والا کوئی نہیں ملے گا، چنانچہ آج جب اس فرمانِ نبوی پر نظر پڑتی ہے اور غور وفکر کی سواری کو مہمیز لگتی ہے تو پورے عالم میں قیادت صادقہ کجا؟ محبت خالصہ کا ایسا فقدان نظر آتا ہے کہ اللہ کی پناہ غیر تو غیر اپنے ایک دوسرے کی اس طرح جان کے دشمن بن چکے ہیں کہ رشد وایمان کی پاسداری عنقاء تو ہے ہی خونی رشتوں کو بھی زیر زمیں ایسا دفن کر دیا گیا ہے کہ شاعر کا یہ کہنا صد فی صد برحق معلوم ہوتا ہے:

إذَا صَفَالَکَ مِنْ زَمانِک وَاحدٌ
فُهوَ الْمُرَادُ وأَين ذاکَ الْوَاحِدُ

کہ اگر پوری کائنات میں بھی ایک سچا ہمدرد تمہیں مل جائے تو اسے اپنی منزل مراد سمجھو لیکن وہی ایک سچا ہمدرد کہاں ملتا ہے؟ فیا للاسف۔

اس کی بنیادی وجہ کیا ہو سکتی ہے حضرت ابوسعید خدریؓ کی زبانی آپ ﷺ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں

کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر ذراعا بذراع حتى لو دخلوا حجر ضبٍ تبعتموهم، قيل يا رسول الله اليهود والنصارىٰ قال فمن؟(متفق عليه)

اس حدیث کی روشنی میں اگر ہم وقت حاضر کے فقدان رجال کا سبب تلاش کرنا چاہیں تو بڑی حد تک تلاش کر سکتے ہیں کہ آج سیاسی میدان ہو یا تعلیمی، ملکی پیمانے پر سیادت وقیادت کا مسئلہ ہو یا سماجی ماحول میں معاشرے کی رہنمائی ہر جگہ ناکامی کا سبب ایک ہے کہ جس پر ہم امید لگائے بیٹھے ہوتے ہیں وہ اپنا الو سیدھا کرنے کے بعد نو دو گیارہ ہو جاتا ہے اور ہم سوچتے رہ جاتے ہیں کہ آخر ہمارے ساتھ کیا ہوا؟ میں کہتا ہوں اگر آپ یہ سوچیں کہ ہمارے ساتھ یہ ہوا کیوں تو اس کا جواب میں آپ کو دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہارے اندر اسلام سے بیزاری بڑھتی بڑھتی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ تمہیں اسلام میں کامیابی کا کوئی راستہ نظر نہ آئے گا حتی کہ تم اپنے سے پہلی امتوں کے راستوں پر چل پڑو گے اور ان کی پیروی میں ایسے اندھے ہو جاؤ گے کہ ان کے ہر ہر کام کی تصدیق وتائید کرو گے ان کے بنائے ہوئے قانون تمہیں بہت ہی اچھے اور لائق اتباع معلوم ہوں گے مگر اسلام کا طریقہ تمہیں فرسودہ اور مبنی بر ظلم نظر آئے گا چنانچہ اگر اُس دور میں لوگوں کو گوہ کے بل میں داخل ہونے کو کہا جائے تو بھی اس میں دیر نہ ہوگا بلکہ بلا پس وپیش ان کی بات مان لی جائے گی جیسا کہ حدیث مذکور بالا اس پر شاہد ہے نیز اس وقت قیادت وسیاست کا پرچم کس کے ہاتھ میں ہوگا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں، کہ آپ نے جب یہ ارشاد فرمایا تو لوگوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم یہود ونصاریٰ کی پیروی کریں گے اور ان کو اپنا ماڈل اور معیار زندگی بنالیں گے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ نہیں ہیں تو اور کسے کہہ رہا ہوں؟۔

الغرض! آج مسلمانوں میں قیادت کا جذبہ ختم ہو گیا اور اقتداء کے جراثیم نے جڑ پکڑ لی ہے اسی لیے آج جو عالم اسلام کے ہر شعبہ میں خلد نظر آ رہا ہے اس کی بنیادی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کے قائدین بھی آج وہی راگ الاپ رہے جو انہیں یہود ونصاریٰ کی طرف سے رٹایا جاتا ہے۔ اللہ سے دعاء ہے کہ اللہ ہمیں ایک بار پھر ایسے افراد عطا فرمائے جو اسلام کی صحیح ترجمانی پر قادر ہوں۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر اس کا حل کیا ہے تو اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہوں یا لکھوں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخری دور میں حالات انتہائی تیزی سے بگڑیں گے اور خسیس اور کمینوں کی بھرمار ہوگی انہیں کا بول بالا ہوگا شرافت پر گالیاں اور رذالت پر تمغے ملنے لگیں گے جیسا کہ ترمذی کی حدیث سے اس کا اندازہ ہوتا ہے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى يكون اسعد الناس بالدنيا لكع بن لكع۔

کہ قیامت اس وقت نہیں آئے گی جب تک کہ کمینہ در کمینہ جس کی اصل اور نسل تک کا پتہ نہ ہو دنیا کا کامیاب ترین انسان نہ مان لیا جائے، اس حدیث کی روشنی میں آج کی کامیابی کا معیار لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ دھوکہ وفریب میں مہارت حاصل کرنا ہی آج کا بہترین آرٹ ہے گھر سے بازار اور بازار سے ملکی اور ملکی سے عالمی پیمانے تک یہی حال ہے کہ قوم کی سیادت اور رہبری فساق فجار کے قبضے میں چلی گئی جب کہ بد سے بدترین لوگ ملک وملت کے لیڈر و پیشوا بن گئے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہم بدنصیبوں ہی کے مقدر پر صادق آیا کہ **ساد القبيلة فاسقهم و كان زعيم القوم ارذلهم** مشکوٰۃ شریف ۴۷۰۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حالات کا بگاڑ ابھی اسی پر تھمنے والا نہیں بلکہ بخاری اور مسلم کی روایت سے اندازہ لگائیں کہ حالات کا دھارا کس رخ پر چلے گا حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے علم کا اٹھ جانا، جہالت کا بڑھ جانا، زنا کا عام ہو جانا، شراب نوشی کی کثرت، مردوں کی کمی اور خواتین کی کثرت کا اس حد تک پہنچ جانا کہ ایک ایک مرد پچاس پچاس عورتوں کے مالک ونگہبان ہوں گے۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت سے پہلے جھوٹ بولنے والوں کی کثرت ہو گی اس سے بچنا ہمارا کام ہو گا:

إن بين يدي الساعة كذابين فاحذورهم۔

اس دور میں سچ کہنا یا حق کی ترجمانی کرنا اتنا مشکل ہو گا کہ آدمی اگر چاہے صبر سے اور خاموشی سے اپنا ایمان ہی بچا لے تو ناممکن جیسا ہو گا ارشاد نبوی ہے:

يأتي على الناس زمان الصابر فيه على دينه كالقابض على الجمر۔

کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر باقی رہنا انگاروں کو مٹھی میں لینے سے زیادہ مشکل کام ہو گا، لہٰذا ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ مسلم کی روایت جو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ بن سکتی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: فتنے ہوں گے جس میں گھر بیٹھ جانے والا اس میں چلنے والے سے بہتر ہو گا اور اس میں چلنے والا اس میں تگ ودو کرنے والے سے بہتر ہو گا، سنو! جب یہ فتنے واقع ہوں تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں میں لگ جائے، اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ بکریوں میں لگ جائے اور جس کے پاس زمین ہو وہ زمین کی کاشت میں لگ جائے۔ مشکوٰۃ ۴۶۲۔ (بقیہ صفحہ ۴۳ / پر)

جامعہ کی سرگرمیاں

مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی
استاذ حدیث جامعہ ہذا

سالانہ امتحان کا انعقاد

طلبہ کی تعلیمی صلاحیت اور کتاب فہمی کی استعداد امتحانات سے اجاگر ہوتی ہے، اسی لئے درس گاہیں طلبہ کی سطح قابلیت جانچنے کے لئے وقفے وقفے سے امتحانات منعقد کرتی ہیں۔ جامعہ میں عمومی امتحانات کی کل تعداد تین ہے، جو سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ پر مشتمل ہے۔ ابتدائی درجوں کے امتحانات چوں کہ ہر ماہ ہوتے ہیں، اس لئے ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔

جامعہ کے سالانہ امتحانات کے لئے ۲ر تا ۱۱ر مئی ۲۰۱۷ء مطابق ۴ر تا ۱۴ر شعبان ۱۴۳۸ھ کی تاریخیں تجویز کی گئیں، جن میں درجات عربی: اول تا دورہ حدیث شریف، تکمیلات: تکمیل افتاء و تکمیلِ ادب عربی، نیز درجہ حفظ کے طلبہ نے پوری محنت اور تیاری سے امتحانات میں حصہ لیا۔ حضرات ممتحنین میں دارالعلوم دیوبند وقف دارالعلوم اور دیگر اہم اداروں کے چنیدہ اساتذہ کو دعوت دی گئی، جنہوں نے جامع اور تفصیلی امتحان لے کر اپنے تاثرات ارقام فرمائے اور مفید مشوروں سے نوازا۔

سالانہ تعطیلِ کلاں

سالانہ امتحان ہوتے ہی تعلیمی سال کی سب سے بڑی تعطیل ہوگئی، ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ اپنے اپنے پروگرام کے مطابق رخصت ہو گئے۔ دفتر تعلیمات نے تعطیلِ کلاں جاری کرتے ہوئے طلبہ کو مختلف نصیحتیں کیں اور اپنی زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی پرزور تلقین کی۔ اخیر میں تعلیمی سال کے آغاز میں مقررہ وقت پر طلبہ کو حاضری کی تاکید کی گئی۔

تعطیل سے متعلق ایک نئے ضابطے کا نفاذ

دفتر تعلیمات نے تعطیل سے وابستہ ایک نئے ضابطے کو منظوری دی۔ اس مسودے کے مطابق سالانہ تعطیل کلاں کی میعاد گھٹا دی گئی ہے۔ سابقہ نظام کے مطابق ۱۰ر شوال کی شام تک اساتذہ کی حاضری لازم تھی، جواب گھٹ کر چھ شوال ہوگئی ہے۔ اب تمام ہی اساتذہ کو چھ شوال المکرم کی شام تک حاضر ہوجانا ہے، تاخیر کی صورت میں حسبِ تاخیر تن خواہ وضع کی جائے گی۔ اس نئے ضابطے کا اطلاق رواں سالانہ تعطیل سے ہوگا۔

انجمن کواکب انور کا سالانہ اجلاس

کل بتاریخ ۱۳ / اپریل کو طلبۂ جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند کی مشقی وتمرینی بزم ”انجمن کواکبِ انور“ کا اختتامی اجلاس دارالحدیث انور ہال میں منعقد ہوا، جس کی صدارت رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم نے فرمائی، اجلاس کا آغاز حسبِ روایت قرآن مقدس سے ہوا، جس کی سعادت مولوی عبدالرحمن متعلم عربی پنجم کے حصے میں آئی-پیغمبر علیہ السلام کی شانِ اقدس میں نعت پاک کا گل دستہ مولوی محمد مجیب نے پیش کیا-تلاوت ونعت خوانی کے بعد طلبہ کا پروگرام پیش ہوا، جس کی پہلی کڑی ''مسابقۂ خطابت'' تھی، اس مسابقے میں ان چار طلبہ کو حصہ لینے کا موقع دیا گیا جو پچھلے کئی مرحلوں میں ''شانِ امتیاز'' پا چکے تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولوی ابوسعد، مولوی ازہر، مولوی مطیع الرحمن اور مولوی مقصود احمد-حکمیت کے فرائض ممتاز ادیب وخطیب مولانا نسیم اختر شاہ قیصر، احقر فضیل احمد ناصری اور مولانا مفتی نوید احمد دیوبندی نے انجام دیئے۔حضرات حکم نے مولوی مطیع الرحمن کو اول، مولوی ابوسعد کو دوم، مولوی ازہر کو سوم، جب کہ مولوی مقصود کو چہارم انعام کا مستحق قرار دیا-ان طلبہ کو بصورتِ کتب حسبِ مقام گراں قدر انعامات سے بھی نوازا گیا-حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے اپنی طرف سے 500, 200/300/400 کے نقد انعامات بھی ان ''ممتاز طلبہ'' کو دیے۔اس موقع پر حالاتِ حاضرہ پر خوب صورت مکالمے کے علاوہ مولوی محمد حامد کے ذریعے امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رد قادیانیت میں روشن خدمات پر جامع تقریر پیش ہوئی، طلبہ نے ''گناہوں کے نقصانات اور جہنم کی سزائیں'' کے موضوع پر علمی مذاکرہ بھی پیش کیا۔نگرانِ انجمن مولانا عمر اعجاز صاحب استاذ جامعہ نے سالانہ کارکردگی پر مشتمل انجمن کی رپورٹ پیش کی، اس کے بعد سال بھر مختلف شعبوں میں نمایاں کارکردگی والے طلبہ کو تشجیعی انعامات سے نوازا گیا۔

حکمِ مسابقہ مولانا نسیم اختر شاہ قیصر مدظلہ نے اپنی مختصر تقریر میں کہا کہ طلبہ کی تیاریاں اچھی رہیں، یادداشت کے علاوہ ان کا اندازِ اظہار حوصلہ افزا رہا، مجھے ان کے ایسے مظاہرے سے خوشی ہوئی-مولانا نے مزید فرمایا کہ طلبہ کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ دور بے رخی اور عدم توجہ کا ہے، بے صلاحیت اور کم سواد کو کوئی منہ نہیں لگاتا، جب کہ باصلاحیت علما کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا اور ان کی قدرشناسی ہوتی ہے، طلبہ کو چاہیے کہ اپنے علمی، تقریری اور تحریری میدان میں ملکہ حاصل کریں، ورنہ زمانہ آپ کو نظر انداز کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاے گا۔

صدرِ اجلاس رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ حالات بڑی برق رفتاری کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں، اسلام اور مسلمانوں پر ''بوکھبی یلغار'' مسلسل جاری ہے، اسلام کی پسپائی کے لیے ہر طرح کے حملے کیے جا رہے ہیں: فکری، اعتقادی،

معاشی اور اخلاقی وغیرہ۔ہمیں اسلام کا تحفظ بہر صورت کرنا ہے، کیوں کہ ہم مدارسِ اسلامیہ میں یہی سیکھتے سکھاتے ہیں کہ اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو کس طرح دور کرنا ہے؟ اس کے لیے ہمیں ہر وقت تیار رہنا ہوگا-حضرت نے مزید فرمایا کہ تقریری صلاحیت اشاعتِ اسلام میں بہت بڑی معاون ہوتی ہے، پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنے اسی خطابی فن سے کام لے کر پوری کائنات میں انقلاب بر پا کر دیا۔

احقر فضیل احمد ناصری خادم حدیث جامعہ نے کہا کہ یہ دور مسابقتی ہے، ہر شخص دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں غرق ہے، مسابقے میں وہی آگے نکلتا ہے جو اولوالعزمی، جفاکشی اور نیک نیتی کو اپنا شعار بناتا ہے-احقر نے مزید کہا کہ آج کل کم صلاحیت اور فضول گو واعظین بھی اسٹیج پر نظر آجاتے ہیں، اپنی مختلف اداؤں اور خوش بیانیوں سے سامعین کے دلوں میں جگہ بنا کر غیر دینی تعلیمات پیش کرتے ہیں، لہذا ایسے فضلا کا تیار ہونا وقت کا تقاضا ہے جو عمدہ اور سہل اسلوب میں عوامی اجتماعات کے سامنے بے باک انداز میں دینی تعلیمات کی تشریح کر سکتے ہوں۔

محترم مولانا شیث احمد مظاہری صاحب استاذ حدیث جامعہ ہٰذا کی پرسوز دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

تکمیل بخاری شریف کی عظیم الشان تقریب

حسبِ روایت جامعہ میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس پندرہویں شعبان کی رات میں ہوا۔ یہ درس رئیس الجامعہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ کشمیری مدظلہ نے دیا۔حضرت مدظلہٗ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حفید اور فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی کشمیریؒ کے فرزند ہیں۔حضرت مدظلہٗ نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ (بخاری شریف) کی آخری حدیث ''کلمتان حبیبتان الی الرحمن'' (الحدیث) کا درس نہایت عالمانہ، محققانہ اور خطیبانہ دیا۔آپ نے بخاری شریف کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس کتاب کے پڑھے بغیر کسی بھی طالب علم کو' عالمیت کی سند'' نہیں دی جاسکتی۔اللہ تعالیٰ نے اسے وہ شہرتِ دوام اور قبولیت تمام عطا فرمائی ہے کہ ہزار سالوں کے زیادہ عرصے سے یہ کتاب پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے اور امت اس سے برابر مستفید ہو رہی ہے۔حضرت دامت برکاتہم نے بخاری شریف کی احادیث، ان کی ترتیب اور تراجمِ ابواب کی اہمیت پر بھر پور کلام فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ بخاری کی احادیث نہایت جچی تلی، بے حد مضبوط اور آخری درجے کی مستند ہوتی ہیں۔یہ کتاب امام بخاری کی علمیت، حدیثی شان، فقاہت، فرقِ باطلہ کے رد میں ان کا علوِ مرتبہ خوب نمایاں ہوتا ہے۔وہ اپنے فرضِ منصبی کے تئیں بے حد حساس، متیقظ اور چوکنا ثابت ہوئے ہیں۔قدم قدم پر ان کا اخلاص اپنی غیر معمولی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔ان کے حسنِ نیت اور جذبۂ عمل کی خوشبو ورق ورق میں رچی بسی ہے۔حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم نے اولین اور اختتامی حدیث کی ترتیب پر روشنی

ڈالتے ہوئے فرمایا کہ بخاری الامام نے احادیث کی اس ترتیب سے امت کو سبق دیا کہ کام کتنا ہی اہم اور مہتم بالشان کیوں نہ ہو، حسنِ نیت اور جذبِ دروں کے بغیر اس کی حیثیت ''لا شئے'' کی ہے، لہٰذا ہر کام اچھی نیت کے ساتھ شروع کرنا چاہئے اور کام سے فراغت کے بعد اپنے عملِ خیر کے تعلق سے اس دھوکے میں ہرگز نہیں پڑنا چاہئے کہ ''عمل خیر'' بارگاہِ ایزدی میں قبول ہو ہی گیا، بلکہ توبہ واستغفار کر کے اس کی قبولیت کی بھیک مانگنی چاہئے۔ حضرت کشمیری مدظلہ نے اس موقع پر حالات حاضرہ پر بھرپور تبصرے بھی فرمائے اور دل کے پوشیدہ زخم حاضرین کو دکھائے۔ آپ نے فرمایا کہ ملکی ہوں یا عالمی، مسلمانوں کے لئے حالات بے حد خراب، خوف ناک، ہراس انگیز، دہشت آمیز اور حوصلہ شکن ہیں۔ ملکی حالات تو یہ ہیں کہ اہلِ اسلام کے راستے تک محفوظ نہیں۔ کب، کس عنوان پر بلوائی مسلمانوں کو دبوچ ڈالیں، ان کی کمریں توڑ دیں، انہیں شدید طور پر زخمی کر دیں، انہیں جان سے مار ڈالیں، کہا نہیں جا سکتا۔ صورت حال اتنی بھیانک ہے کہ سفر کرتے ڈر لگتا ہے۔ مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنے کی منظم کوششیں ہیں۔ کبھی طلاق ثلاثہ پر بحث، کبھی رام مندر کی بزور تعمیر کی دھمکیاں۔ تعلیم کا بھگوا کرن جاری ہے۔ طرز رہائش اور بود وباش کی آزادی پر قدغن لگائی جا رہی ہے۔ گوشت بندی کے نام پر کیا کیا کھیل نہیں چل رہا، نام نہاد گئو رکھشک اجازت یافتہ صارفین پر بھی لاٹھیاں، گھونسے اور لاتیں برسا رہے ہیں۔ دادری کے اخلاق کے بعد الور (راجستھان) کا پہلو خان بھی مارا گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مقدمے بھی متاثرین پر قائم کئے جا رہے ہیں اور ظالم آزاد ہیں۔ انارکی، بے راہ روی، ظلم اور فساد کا بازار گرم کیا جا رہا ہے۔ یک جہتی کی فضا میں زہر گھول دیا گیا، حتی کہ ایک ایسا شخص جس کے گھر تک اذان کی آواز تک نہیں جاتی، وہ بھی اذان کے خلاف اذیت ناک تبصرے کر ڈالتا ہے۔ کہاں تک شمار کیا جائے؟

عالم اسلام کو دیکھئے تو حالات یہاں بھی مایوس کن، درد انگیز اور خوں آشام ہیں۔ ملک شام انسانیت کا قبرستان بن گیا۔ اسد رجیم نے اپنی شیعی روایات پر عمل پیرا ہو کر اپنے وطن کے سنی مسلمانوں کے ساتھ جو حشر کیا، اس کے تصور سے ہی روح کانپ جاتی ہے۔ لاکھوں مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ بموں، میزائلوں اور شیطانی طیاروں نے حلب اور ادلب کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پوری زمین مسلمانوں کے خون سے رنگین کر دی گئی۔ وہ بھلا ہو کرترکی اور دوسرے انسانیت نواز ممالک کا، جنہوں نے ان لٹے پٹے مظلوموں کو امداد بہم پہنچائی، اپنی سرحدیں کھولیں۔ فلسطین ہمیشہ کی طرح رلا دینے والی داستاں رقم کرتا جا رہا ہے۔ اسرائیل کی قہرمانی فلسطینیوں کے لئے پیہم ''آفتِ جاں'' بنی ہوئی ہے۔ امریکی صدارتی انتخاب میں ڈونالڈ ٹرمپ کی کامیابی نے مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔ اس کی سخت مزاجی، متشددانہ ذہنیت اور اسلام کے تئیں اس کی تنگ نظری کسی سے ڈھکی چھپی ہے؟ اس کے آتے ہی مسلم ممالک پر امریکی دروازے

بند کردیئے گئے۔ایک اچھی خبر عالم اسلام کے لئے یہ ہے کہ ترکی کے حالیہ ریفرنڈم نے رجب طیب اردوغان کو مستقل بنیادوں پر اپنا صدر چن لیا ہے، جو مسلمانوں کے لئے یقیناً تازہ ہوا کا جھونکا ہے۔اللہ انہیں سلامت رکھے اور ملتِ بیضا کی بہترین پاسبانی ان کے ذریعہ کرائے۔

اس موقع پر دارالعلوم وقف اور دیگر اداروں کے اہم علماء موجود رہے۔حاضری کی کثرت سے جامعہ کا وسیع ترین احاطہ سروں کے سمندر میں تبدیل ہو چکا تھا۔

اجلاس میں متعدد نکاح بھی ہوئے، جن کی ذمہ داری احقر فضیل احمد ناصری نے انجام دی۔حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی رقت آمیز دعاء پر یہ باوقار تقریب اختتام کو پہنچی۔

میلوں ٹھیلوں سے دور رہنے کی طلبہ کو تلقین

یوپی کے روز بروز بگڑتے حالات کے پیش نظر دفتر تعلیمات نے طلبہ کو باہر نکلنے سے سختی سے منع کردیا، تاکہ کسی طرح کا کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آئے۔اس کے ساتھ ہی میلوں ٹھیلوں میں بھی شرکت سے تاکیداً منع کیا گیا، کیوں کہ یہ مقامات دینی اور دنیوی ہر طور سے تباہ کن ہیں۔ایسی مجلسوں اور ایسے مقامات پر جانا دل کی پاکیزگی کو شدید نقصان پہنچاتا ہے۔تعلیمات نے تلقین سے انحراف کرنے والے طلبہ کے خلاف سخت کارروائی کا اشارہ بھی دیا۔

مسجد انور شاہ کے لئے شامیانے کا بندوبست

جامعہ کی عبادت گاہ ''مسجد انور شاہ'' کے نمازیوں کی تعداد بحمدہ تعالیٰ روز افزوں ہے۔طلبۂ جامعہ اور اساتذہ کے علاوہ مقامی نمازیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہے۔مسجد کے ''صحنی حصے'' میں چھت نہ ہونے کی بنا پر موسم گرما میں نمازیوں کے لئے سخت مشکلات کا سامنا رہا ہے۔جامعہ نے ان کی پریشانیوں کو محسوس کرتے ہوئے جمعہ جمعہ شامیانے کا انتظام کیا گیا ہے، جس سے بفضلہ تعالیٰ مصلیان بڑی راحتیں محسوس کررہے ہیں۔

تعمیرِ گلشن

جامعہ نے طلبہ کی ذہنی کشادگی اور تفریح قلب ونظر کے لئے مختلف الانواع پیڑ پودوں اور پھولوں پر مشتمل گلشن کی تعمیر پر خاصی توجہ دی ہے۔اس مقصد کے لئے ماہر ''معمارِ چمن'' کی خدمات لی گئی ہیں۔بابِ معظم شاہ سے لے کر دارالحدیث انور ہال تک دورویہ پھولوں اور پیڑ پودوں کی قطاریں لگادی گئی ہیں۔باب معظم سے متصل بائیں جانب تعمیر چمن کا کام تو پہلے ہی سے تکمیل شدہ تھا، اب دائیں جانب دروازے سے ملا کر ایک وسیع قطعۂ اراضی میں تعمیرِ گلشن کا کام جاری ہے۔کرسٹل پام، فوکس ٹیل پام کے پودے صدر دروازے سے انور

ہال سے دورویہ کیاریوں میں کھڑے ہیں۔ کرسٹل پام اور فوکس ٹیل پام کے درخت ناریل کے درختوں کی طرح سیدھے، فلک بوس اور دل کش ہوتے ہیں۔ خوش رنگ پھولوں کی بھیڑ میں ایک نئے پھول ''گل مہر'' کے پودے بھی لگائے گئے ہیں۔ یہ پھول بھی دل کشی اور رعنائی میں اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر صاحب کی دو نئی کتابوں کا اجرا

گذشتہ دنوں بتاریخ ۲۰/اپریل بروز جمعرات معروف صاحب قلم اور باکمال انشاپرداز حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر صاحب کی دو کتابوں کا اجراعمل میں آیا، جس کی صدارت دارالعلوم وقف کے مہتمم حضرت مولانا سفیان قاسمی مدظلہ، جب کہ نظامت احقر فضیل احمد ناصری نے کی۔ اس بزم اجرا میں دیوبند کی اہم علمی شخصیات نے شرکت فرما کر اس کی رونقیں بڑھائیں۔ خصوصی خطاب ''زبانِ دیوبند'' رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم نے فرمایا۔ مقررین میں محترم مولانا عبدالرشید بستوی استاذ حدیث جامعہ ہذا، مجود القرآن قاری ابوالحسن اعظمی، مولانا ندیم الواجدی، مولانا حسن الہاشمی، مولانا حسیب صدیقی زید مجدہم کے اسمائے گرامی شامل تھے، یہ پروگرام محمود ہال میں منعقد ہوا۔ حاضرین میں دارالعلوم وقف اور جامعہ امام محمد انور شاہ کے اساتذہ کے علاوہ طلبہ اور علم دوست احباب کی بڑی تعداد موجود رہی۔ الحمد للہ پروگرام کافی شان دار، پروقار رہا۔ شخصیات پر مشتمل مجموعہ ''خوشبو جیسے لوگ'' اور دینی مضامین کا مجموعہ ''اعمال صالحہ'' اکابرامت کے ہاتھوں رونمائی کے لیے پیش کیا گیا، ماشاء اللہ بڑے ہی جوش وولولے کے ساتھ ان کی رسم اجرا عمل میں آئی، اس تقریب کی خاص بات یہ بھی ہے کہ اس میں ''سیّد ازہر شاہ قیصر ایوارڈ'' کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا، جس کا آغاز ''زبانِ دیوبند'' رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ کشمیری مدظلہ، مولانا حسن الہاشمی زید مجدہم مدیر ماہنامہ طلسماتی دنیا اور حضرت مولانا سفیان قاسمی زید مجدہم سے کیا گیا، ان تینوں حضرات اہل قلم کو ''ازہر شاہ قیصر ایوارڈ'' سے سرفراز کیا گیا۔ اول الذکر خاتم الفقہاء والمحدثین امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کے پوتے، ثانی الذکر مدیر ''تجلی'' مولانا عامر عثمانی کے داماد اور موخر الذکر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب مرحوم کے پوتے ہیں۔

بتادیں کہ حضرت مولانا نسیم اختر شاہ صاحب اب تک درجن بھر کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کی کتابوں کی خاص بات علم ومعلومات کے ساتھ بے تکلفی، بے ساختگی اور برجستگی ہے۔ وہ بہت زبردست لکھتے ہیں، علامہ کشمیری کے پوتے اور مولانا سید ازہر شاہ کے فرزند ہیں، اللہ انہیں عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا قلمی سفر ''سدابہار'' رکھے۔

❁❁❁

نقد و نظر

نام کتاب:	جنت کے باغ و بہار	جمع و ترتیب:	مولانا محمد شوکت علی بھاگلپوری
افاضات:	حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب	صفحات:	۳۷۶
ناشر:	مدرسہ محمودیہ تعلیم القرآن، بھاگلپور، بہار	مبصر:	مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

انسان دنیا میں ''غریب الدیار'' ہے، اپنے گھر گرہستی سے دور، اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں سے بچھڑا ہوا۔ متعدد احادیث میں اس عالم خاک و باد کو ''دارالمسافرین'' کہا گیا ہے: **کن فی الدنیا کأنک غریب**۔ سفر کتنا ہی دل چسپ اور دامنِ دل کھینچنے والا کیوں نہ ہو، بہر حال وہ سفر ہی ہے، ہجومِ افکار اور ہموم سے بھر پور، کلفتوں اور مشقتوں سے معمور۔ کچھ اور نہیں، تو یہی کیا کم ہے کہ اپنا خاندان، دوست احباب، ملاقاتی اور جذباتی افراد شریکِ حال نہیں ہوتے۔ اور کبھی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ:

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

پھر سفر کا ایک مزاج یہ بھی ہے کہ اس کا انجام بالآخر وطن کی طرف واپسی ہے۔

انسان کا اس معمورے میں قیام عارضی اور بطور مسافر ہے۔ ایک دن یہ سفر ختم ہو جائے گا اور اپنے اعمال کی بنا پر اپنا مسکن جنت میں بنائے گا یا دوزخ میں۔ اس سفر کی یہی منزل ہے، یہی انتہا ہے، یہی انجام ہے۔

اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے وصال کے بعد ان کے سرہانے سے ایک پرچی ملی، جس پر لکھا تھا ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر درحقیقت گھر گیا

شعر بالا میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے پیرومرشد نے جس ''گھر'' کا تذکرہ کیا ہے، وہ جنت ہے، جس کے بارے میں اللہ عز وجل نے جابجا فرمایا: **اعدت للمتقین**۔ یہ گھر ایمان ولوں کے لئے تیار کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: **ان الذین آمنوا و عملوا الصحالت کانت لھم جنت الفردوس نزلا**۔ یہی وہ ''گھر'' ہے، جس کی تحصیل کے لئے مذہب کی تشکیل ہوئی۔ آخرت میں دو عظیم ترین انتہائیں ہیں، ان میں سے ایک جنت ہے اور دوسری جہنم۔ دونوں پر ''دار'' کا اطلاق ہوا ہے، جنت کو ''دارالسلام'' کہا گیا ہے اور جہنم کو ''دارالبوار'' یہ دونوں مخصوص بندوں کے لئے تیار کئے گئے ہیں، سمع و طاعت والوں کے لئے دارالسلام اور

باغی وسرکش کے لئے دارالبوار۔قرآن ہی نے یہ خبر بھی دی ہے: من زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز، جو شخص دوزخ کی دست برد سے بچ کر فردوس کے احاطے میں چلا گیا، وہی کامیاب ہے۔

قرآن وحدیث میں حصولِ جنت اور اجتنابِ دوزخ کی بھرپور تلقین کی گئی ہے، قدم قدم پر فردوس کی بشارتیں ہیں اور ہر ہر گام جہنم کی وعیدیں اور دھمکیاں۔سورۂ رحمٰن کا مطالعہ کیجئے تو جنت کی اتنی نعمتیں نگاہوں سے گزریں گی کہ جلد از جلد مرجانے کو جی چاہے گا، سورۂ واقعہ میں بھی انعاماتِ ربانی کا خصوصیت سے ذکر۔ بلکہ اس سورت میں اہل جنت کے ساتھ اہلِ دوزخ کا بھی بیان۔قرآن پاک کی عام سورتوں میں بھی ان کی وضاحت اور تفصیل۔اللہ اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے ان راہوں پر چلنے کی ہمیشہ پرزور نصیحت کی جو آسانی کے ساتھ جنت میں لے جائیں اور ان روشوں سے دور دور رہنے کی تعلیم دی جن کی آخری منزل دوزخ ٹھہرتی ہے۔قرآن واحادیث میں جہاں فردوس کی آسائشوں اور عیشِ دوام کے تذکرے ہیں، وہیں جہنم کی مشکلات اور دردناکیوں کے قصے بھی درج، تاکہ انسان خوابِ غفلت سے فوراً اٹھے اور بہتر ین مستقبل کے لئے خوب صورت ترین ''شاہ راہِ عمل'' کو اختیار کرلے۔

زیر تبصرہ کتاب جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کے ذکر جمیل پر مشتمل ہے۔اس میں کتاب الٰہی اور احادیث مبارکہ کے حوالے سے خوبصورت بحثیں کی گئی ہیں، جنت کے فرش کیسے ہوں گے؟ اس کے تخت کی کیفیت کیا ہوگی؟ وہاں کے باشندے کس قسم کی پوشاک پہنیں گے؟ ان کے خورد ونوش کے لئے کیا کیا انتظامات ہیں؟ ان کی بیگمات کس رنگ اور کس شان کی ہوں گی؟ دیدارِ خداوندی کب اور کس طرح ہوگا؟ ان کی صبح وشام کے اوقات کس طرح بسر ہوں گے؟ یہ اور ان جیسے سینکڑوں سوالوں کے شافی جوابات اس کتاب میں موجود ہیں۔تصنیف کو پڑھ کر جنت کا شوق ابھرتا، اعمالِ صالحہ کا جذبہ جاگتا اور عاجز ودرماندہ ہمت شباب آشنا ہوتی ہے۔تحریر کوئی بھی ہو، اگر وہ اپنے قاری کو متاثر کرنے میں کامیاب رہی تو سمجھنا چاہئے کہ مصنف کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔

کتاب حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور کی خواہش پر تیار کی گئی ہے، اس کے مرتب محترم جناب مولانا محمد شوکت علی بھاگلپوری ہیں۔موصوف ستپون (گجرات) میں واقع ''دارالعلوم سعادتِ دارین'' کے شیخ الحدیث ہیں۔حدیث سے ان کا شغف کتاب سے ظاہر ہے۔معتبر اور مستند باتیں انہوں نے ذخیرہ کی ہیں۔تصنیف میں موقع بہ موقع شبہات اور ان کے ازالے بھی قلم بند ہیں، اس تالیف میں عوام کا لحاظ بھی ہے اور اہل علم کے ذوق کی رعایت بھی، کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

جامع ومرتب محترم جناب مولانا محمد شوکت علی صاحب زیدمجدہم کی اس کاوش کو نہ سراہنا ناانصافی کی

بات ہوگی، اس پیش کش کی خاص باتوں میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اس کی طباعت میں بھی اعلیٰ معیار رکھا گیا ہے،سرورق، کاغذ، ترتیب اور صفائی مثالی ہے۔۳۶/کتابوں سے مراجعت کے بعد یہ ''تحفہ'' تیار ہوا ہے۔

نام رسالہ:	آسان فقہی اصطلاحات	مؤلف:	محترم مولانا بدرالاسلام القاسمی
صفحات:	۴۸	ناشر:	مکتبۃ النور دیوبند

علم کوئی بھی ہو، اپنے ساتھ کچھ مخصوص اصطلاحیں بھی رکھتا ہے۔ وہ اصطلاحات دراصل وسیع المعانی الفاظ ہیں۔ ان کے لغوی معنی کچھ اور ہوتے ہیں اور مرادی معنی کچھ اور۔ اصطلاحات میں اعتبار صرف مرادی معنی کا ہے، ان الفاظ کا لغوی معنی سے اتنا ہی تعلق ہوتا ہے، جتنا کہ آٹے کا نمک سے۔

اصطلاح خواہ کسی بھی علم وفن کی ہو، توجہ طلب ہوتی ہے، اس کو سمجھے بغیر علم وفن کا آنا خواب وخیال ہے، علم نحو کا معرب مبنی ہو، یا علم صرف کا لفیف واجوف، علم حدیث کا صحیح اور ضعیف ہو یا علم بلاغت کا ایجاز واطناب، یا پھر منطق کی جنس وفصل ہو، جب تک ان کے مرادات تک رسائی نہیں ہوگی، کوئی بھی علم وفن اپنا ایک حبہ بھی نہیں دے گا۔

دیگر علوم کی طرح علم فقہ بھی مخصوص اصطلاحات سے لدا پھندا ہے۔ مسبوق کسے کہتے ہیں؟ لاحق کون ہے؟ صاع کیا چیز ہے؟ وسق اور مد کا کیا مطلب ہے؟ یہ اور ان جیسے سوالوں کا جواب علم فقہ میں ملے گا، چوں کہ زندگی کے تمام امور کا تعلق براہِ راست ''فقہ'' سے ہے، اس لئے دیگر اصطلاحات کے مقابلے میں فقہی اصطلاحات توجہ کے زیادہ طالب ہیں، چناں چہ لکھنے والوں نے ان پر بھی واضح روشنی ڈالی ہے، مختصر کتابیں بھی اس پر تیار ہوئیں اور مطول مجموعے بھی۔ زیر تبصرہ رسالہ بھی اسی موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

محترم مولانا بدرالاسلام القاسمی جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند میں کئی برسوں سے مدرّس ہیں، اکثر وبیشتر فقہی کتابیں ان سے وابستہ رہی ہیں، لازماً ان کا ذوق ''فقہ آشنا'' ہو چکا۔ اس رسالے کے ذریعے انہوں نے اپنے اسی ذوق کو تسکین دی ہے۔

رسالہ مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ پیرایۂ بیان سہل وسادہ رکھا گیا ہے۔ ضروری اور بنیادی الفاظ اس میں سمو دیئے گئے ہیں۔ کوئی بھی بات غیر محقق نہیں ہے۔ مبصر کے خیال میں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ عربی دوم یا سوم کے نصاب کا اسے حصہ بنایا جائے۔ طلبہ عزیز کو ان شاء اللہ بڑا انفع ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ اربابِ ذوق اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور مؤلف محترم کی بھرپور پذیرائی کریں گے۔

❁❁❁

ہوا کے دوش پر

رضوان سلمانی
9897189743

گئو رکشکوں کا قانونی محاسبہ ضروری

ایسے وقت میں جب ملک میں گئو رکشک جماعتوں کے طور طریقوں کو لیکر ایک نئی بحث چھڑی ہوئی ہے ایسے وقت میں عدالت عظمی کا مرکزی سرکار کے علاوہ چھ ریاستوں کو نوٹس جاری کر کے یہ معلوم کیا جانا کہ گئو رکشک کے نام پر ہنگامہ آرائی کرنے والی جماعتوں پر پابندی عائد کی جائے ایک اہم فیصلہ مانا جائے گا۔ان خیالات کا اظہار تنظیم علماء ہند کے قومی صدر مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے اپنے ایک بیان میں کیا۔انہوں نے کہا کہ گذشتہ کل سپریم کورٹ کے جج دیپک مشرا کی صدارت والی بینچ نے کانگریس لیڈر تحسین پوناوالا اور دیگر لوگوں کی عرضی کی سماعت کرتے ہوئے سرکاروں کو نوٹس بھیجا اور تین ہفتے کے اندر جواب داخل کرنے کے احکامات دیئے۔مولانا نے کہا کہ جب ہمارے پاس اپنا قانون ہے اور قانون کا نفاذ کرانے کے لئے پولیس فورس موجود ہے تو پھر کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے ظاہر ہے ایسے افراد کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آنا ہوگا ورنہ ملک کے حالات روز بروز خراب ہوتے جائیں گے۔

دارالعلوم وقف میں ختم بخاری شریف و مسلسلات کی پُروقار تقریب

19 ؍اپریل: موجودہ دور میں ملکی و عالمی ناگفتہ بہ احوال میں قرآن و حدیث کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں اسی میں دارین کی فلاح مضمر ہے،ان خیالات کا اظہار دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے دارالعلوم وقف دیوبند میں بخاری شریف کا آخری درس دیتے ہوئے کیا،امام بخاری کے حالات زندگی کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ امام بخاری نے ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لیے در در کی خاک چھانیں،اور پھر ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے مکمل طہارت و نظافت،انتہائی احتیاط و تقویٰ کے ساتھ حدیث کو ضبط فرمایا،اس لیے حق تعالیٰ نے اس کتاب کو بے انتہاء مقبولیت سے نوازا،بخاری شریف پر جس عظیم الشان پیمانے پر کام ہوئے ہیں ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے،تقریباً دو لاکھ سے زیادہ کتب بخاری کی توضیح میں آچکی ہیں اور تا ہنوز اس پر تحقیق کام جاری ہے،انہوں نے کہا کہ امام بخاری ایک عظیم محدث ہیں،جو فقہ و حدیث میں مجتہدانہ امتیازی شان کے حامل ہیں،حق تعالیٰ نے انھیں عظیم قوت حافظہ عطاء فرمایا تھا،ان کی ذہانت ان کے بے مثال تراجم سے عیاں ہیں،وہ اپنا فقہی رجحان تراجم میں سموتے ہیں،اور طلبہ کو بیدار کرنے کے لئے نادر اسلوب اختیار کرتے ہیں۔انہوں نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے اکابر کے ان ہی علوم کو حاصل کر کے نکل رہے ہیں،آج ملکی و عالمی حالات نہایت ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں،ہم انتہائی بدترین حالات سے گزر رہے ہیں،اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن اور قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیا،سنت اور اسوۂ نبوی سے جدا ہو گئے،اکابرین کے طریقۂ کار اور ان کی روش کو چھوڑ دیا،حالانکہ اکابر کا طرز حیات ہمارے لیے عظیم اثاثہ ہے،اسی لئے ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں،اب آپ پر عظیم ذمہ داریاں عائد ہو رہی ہیں،آپ اپنے اندر علم و اخلاص کی دولت کے ساتھ

احقاق حق وابطال باطل کے فرائض انجام دہی کی صلاحیت پیدا کریں ،قرآن وسنت اور حیات اکابر سے اپنا رشتہ مضبوطی کے ساتھ قائم کریں ،مولانا احمد خضر شاہ نے مزید کہا کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں اس ملک کو ہمارے بڑوں نے اپنا لہو بہا کر اور بے پناہ قربانیاں دے کر آزاد کرایا ہے، یہ ملک ہمارا محبوب وطن ہے، ملک سے وفاداری اور اس کی محبت ہمارے رگوں میں پیوست ہے، لہٰذا آپ بھی اس محبت کے تقاضے کے پیش نظر ملک کے تئیں ہر قدم پر جانثاری پیش کریں۔

دارالعلوم وقف کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی نے مسلسلات کا درس دیتے ہوئے کہا کہ اب آپ روایتی طالب علم کی زندگی سے نکل کر عوام میں دین کی خدمت کے لیے نکل رہے ہیں، اپنے علم کو عمل کے سانچے میں ڈھال کر اخلاص وتقویٰ کے ساتھ حفاظت دین اور خدمت اسلام کے فرائض انجام دیں اور بے لوث طریقے پر امت کی قیادت کے لئے میدان عمل میں آئیں، اس موقع پر انہوں نے تمام طلبۂ علم حدیث کو خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی کی عالی سند کی نیابتاً اجازت دی، بعد ازاں حدیث تسلسل بالماء والتمر کے فضائل وخصائص پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں نسبتوں کے تحفظ کا عظیم پیمانے پر اہتمام کیا گیا ہے، اکابرین کی انہیں روایات کا تسلسل تمر و ماء اور مصافحہ کا تسلسل ہے، انہوں نے کہا کہ جن حالات میں دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا وہ ملک کے لئے انتہائی جاں گسل حالات تھے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ،ایسے حالات میں اسلامی اقدار وروایات کا تحفظ عوام کے لیے ایک عظیم مرحلہ تھا، جس کا ہم اور آپ آج کے زمانے میں تصور بھی نہیں کر سکتے ،ان حالات میں حضرت نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر امت پر ایک بڑا احسان کیا ہے، اگر اس وقت اسلامی اقدار کی بقاء کے لیے کوشش نہ کی جاتی تو یہاں مسلمانوں کے صرف نشانات ہوتے، وجود ختم ہو گیا ہوتا، اکابر کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جس کا بدلہ ہم کبھی نہیں چکا سکتے ،آج ہندوستان میں اسلامی روایات کی بقاء و تحفظ ان ہی مدارس کے طفیل ہے، انھوں نے کہا کہ اکابر کی خدمات اور ان کی روایات کا تسلسل بدستور جاری ہے، جو نسل در نسل منتقل ہو کر آپ تک پہنچ رہی ہے، جس دیانت وامانت کے ساتھ اکابر نے ان روایات کا تحفظ کیا آپ کو بھی اسی دیانت وصداقت اور امانت کے ساتھ اس روایت کو آگے پہونچانا ہے، اور امت کی ہر محاذ پر اور ہر میدان میں درست اور صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے، لہٰذا ہر لحہ آپ کو ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے، آپ اسلام کے پیغام کو اقصائے عالم میں عام کرنے کے لئے موجودہ وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حفاظت دین اور خدمت اسلام کے لئے جدید وسائل کو استعمال میں لا کر امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں، حکمت، موعظت، تدبر، متانت وسنجیدگی کے ساتھ اسلام کے طرز عمل پر اسلام کی دعوت کو امت کے ہر طبقہ تک پہونچائیں، آج باطل طاقتیں ملک اور بیرون ملک مسلمانوں کو توڑ دینا چاہتی ہے، آپ کی ہوش مند قیادت ہی مسلمانوں کو اس بدترین صورت حال سے نجات دلا سکتی ہے، انہوں نے کہا کہ دنیا کے احوال پر نظر ڈالیں اور اس تناظر میں آپ مستقبل کے لئے لائحۂ عمل تیار کریں، آپ کا حسن عمل اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات میں آپ کی ترقیات کا راز مضمر ہے، آپ کی کردار وگفتار، اعمال وافعال اور اخلاق ومعاملات میں کہیں کمزوری نہ ہو، جس علم کو آپ نے یہاں سے حاصل کیا ہے اپنی تمام معاملات کو اسی علم کے سانچے میں ڈھالیں۔

مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی شیخ الحدیث دارالعلوم وقف کی رقت آمیز دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا، اس موقع پر جملہ اساتذۂ جامعہ کے علاوہ علاقہ کے مختلف گوشوں سے آئے کثیر تعداد میں معززین شریک رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر

تعارف واحوال

۱۴۳۸-۳۹ھ / ۲۰۱۷-۱۸ء

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

معتمد

سید احمد خضر شاہ مسعودی

Jamia Imam Muhammad Anwar Shah

Allama Anwar Shah Road, Behind Eidgah,
Deoband - 247554 (U.P.) India

Contact No. : +91 8006075484
Tel.(office) : 01336-220471
E-Mail : ahmadanzarshah@gmail.com

ابن الانور، فخر المحدثین، منفرد ادیب وصاحب طرز خطیب
حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری

ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ والد گرامی نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں بے نظیر عالم ومحدث، دادا کشمیر کے ممتاز عالم ورجل صالح اور جد امجد شیخ مسعود نروری اپنے دور کے عظیم داعی اسلام، مبلغ و مصلح اور عالم۔

شاہ صاحب کا رجحان، حالات زمانہ سے مجبور اور کم سنی ہی میں والد گرامی کا سایہ اٹھ جانے سے عصری علوم کی طرف ہوگیا۔لیکن توفیق الٰہی نے دست گیری فرمائی اور شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں چند ہی سالوں میں علوم کی تکمیل کرلی اور دارالعلوم میں بہ حیثیت مدرس منتخب کرلیے گئے۔

والد کی شبیہ، علمی دنیا میں ان کی قدرومنزلت اور دارالعلوم کے ماحول میں اپنا وقار واعتبار پیدا کرنے کے جذبہ نے شاہ صاحب کو شبانہ روز محنت کرنے پر لگادیا، نتیجہ ظاہر تھا کہ شاہ صاحب چند ہی سالوں میں طلبہ کے درمیان انتہائی مقبول، اپنے رنگ وآہنگ کے منفرد استاذ بن گئے، میزان سے بخاری تک ہر کتاب پڑھائی اور ندرت وابتکار کے ساتھ۔ لکھنے پر آئے تو الفاظ کی بندش، ترکیب کی ندرت، مضمون کا اچھوتا پن دیکھ کر ہر صاحب ذوق کہہ اٹھا ''کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست''۔

حالات کی ستم ظریفی ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم سے علاحدگی پر منتج ہوئی، جامع مسجد کی چٹائیوں سے اٹھے اور عیدگاہ سے آگے ایک دوسرا دارالعلوم کھڑا کردیا اور اس کی صدارت تدریس ومنصب شیخ الحدیث کو زینت بخشی۔ کچھ نیا، انوکھا اور خوب سے خوب تر کر ڈالنے کے مزاج نے وفات سے ۹-۸ سال پہلے ''معہد انور'' قائم کیا، جو محض درجہ حفظ سے شروع ہوکر قلیل ترین مدت میں دورۂ حدیث شریف وتکمیل ادب عربی وافتاء کی معیاری تعلیم گاہ بن گیا اور دنیا میں ''جامعہ امام محمد انور شاہ'' کے نام سے متعارف ہوگیا۔

تفسیر مدارک کے اردو ترجمہ وتحشیہ کے علاوہ درجنوں کتابیں تالیف کیں، ہزار ہا ہزار علمی، دینی، اصلاحی، سیاسی وسماجی مضامین تحریر کئے۔ صحت قابل رشک، ہمت جواں، حوصلے بلند اور آسمان پر کمندیں ڈالنے کے لیے ۵۵ر سال تک دین وعلم کی خدمت اور تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد چند مہینے جگر وگردہ کی بیماریوں سے نبرد آزما رہے۔ بالآخر وقت موعود آن پہنچا۔ حضرت شاہ صاحب کی پیدائش رشک بغداد و بخاریٰ سرزمین دیوبند میں ۱۴ر شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ر جنوری ۱۹۲۹ھ میں ہوئی۔ جہد مسلسل، محنت ومشقت، علم وحکمت، اصلاح ونصیحت، درس وتدریس، تحریر وتصنیف اور وعظ وخطابت سے لبریز زندگی کی ۸۲ر بہاریں دیکھنے کے بعد ۱۹ر ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ر اپریل ۲۰۰۸ء کو رحلت فرما گئے۔

اللھم انزل علیہ شآبیب رحمتک و رضوانک (آمین)

فہرست اکابر امت جن کی سرپرستی، توجہات روحانی، ادعیہ صالحہ، ارشادات عالیہ اور وجود مسعود کے فیوض و برکات سے جامعہ برابر ترقی پر ہے

☆ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
☆ شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی مہتمم دارالمعارف الہ آباد
☆ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی صدر مدرس دارالعلوم وقف دیوبند
☆ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری صدر مدرس وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
☆ حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند
☆ حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
☆ حضرت مولانا محمد شاہد صاحب سہارن پوری، امین عام مظاہر علوم سہارن پور
☆ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب ندوی اعظمی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
☆ حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
☆ حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
☆ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
☆ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، المعہد العالی حیدرآباد
☆ حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی، صدر تعلیمی فاؤنڈیشن دہلی
☆ حضرت مولانا محمد عبیداللہ اسعد صاحب، مہتمم مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ
☆ حضرت مولانا نورالحسن صاحب راشد، کاندھلہ
☆ حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب فتح پوری، مفتی اعظم مہاراشٹر
☆ محترم جناب میرواعظ عمر فاروق، بانی وچیئرمین حریت کانفرنس جموں وکشمیر
☆ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب پھول پوری، ناظم بیت العلوم سرائے میر
☆ حضرت مولانا قاری محمد قاسم صاحب، امام وخطیب پریامیٹ مسجد مدراس
☆ محترم جناب شیخ سہیل صاحب، صدر تنظیم علمائے ہند مہاراشٹر، بمبئی
☆ محترم جناب بشیر احمد کچلو صاحب، وزیر برائے حج واوقاف جموں وکشمیر
☆ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب، مہتمم دارالعلوم سوپور کشمیر
☆ حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن چمپارنی، شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ دہلی
☆ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حارث ندیم صاحب، مہتمم مدرسہ صدر بازار دہلی
☆ حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، مکہ مکرمہ
☆ حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب مہتمم دارالعلوم آزادول، جنوبی افریقہ
☆ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی، استاذ حدیث ابوظہبی
☆ حضرت مولانا بدرالحسن صاحب القاسمی، کویت
☆ محترم جناب اقبال اے پٹیل صاحب، زامبیا
☆ محترم جناب یونس محمد حسین صاحب، ماریشس
☆ محترم جناب محمد اشری احمد صاحب، مدرسۃ القرآن، ملیشیا
☆ محترم جناب فردوس بن عبداللہ صاحب، ملیشیا
☆ حضرت مولانا ناز ہر صوبے دار صاحب، کینیڈا
☆ حضرت مولانا اظہار احمد صاحب قاسمی دیوبندی، لندن
☆ حضرت مولانا شفاعت احمد صاحب، ویسٹ انڈیز
☆ الشیخ جاثر عودہ، ڈائریکٹر مرکز دراسات مقاصد شریعت لندن

شعبہ جات

جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند کا انتظامی، تعلیمی اور تربیتی کام درج ذیل مختلف شعبہ جات میں پھیلا ہوا ہے:

(۱) **شعبۂ اهتمام:** یہ شعبہ جامعہ امام محمد انور شاہ کا ایک کلیدی شعبہ ہے۔ تعلیمی، تربیتی و جملہ شعبہ جات و دفاتر اسی کے تحت کام کرتے ہیں۔ تمام شعبوں کی منظوری سے متعلق کاغذات اسی شعبہ سے ہو کر گزرتے ہیں۔

(۲) **شعبۂ تعلیمات:** یہ جامعہ کا اہم اور بنیادی شعبہ ہے۔ اس کے تحت درج ذیل تعلیمی درجات ہیں:

(الف) تحفیظ القرآن الکریم (ب) عربی درجات از سال اول تا دورۂ حدیث شریف

(ج) تکمیل ادب عربی (د) تکمیل افتاء

(۳) شعبۂ محاسبی (۴) شعبۂ تنظیم وترقی (۵) شعبۂ مطبخ (۶) شعبۂ دارالاقامہ وصفائی (۷) شعبۂ نشر واشاعت (۸) شعبۂ کتب خانہ (۹) شعبۂ تعمیرات (۱۰) شعبۂ برقیات (۱۱) شعبۂ کمپیوٹر (۱۲) شعبۂ انٹرنیٹ (۱۳) شعبۂ محافظ خانہ (۱۴) شعبۂ محدث عصر (۱۵) شعبۂ مہمان خانہ (۱۶) شعبۂ اسٹور روم

ترجیحی ضروریات

✪ انور ہال کی مکمل تعمیر ✪ رہائشی کمرے برائے طلبہ یعنی دارالاقامہ میں توسیع ✪ تعمیر بیت الخلاء وپیشاب خانے اور غسل خانے ✪ مکمل تعمیر مطبخ جس میں کھانا تیار ہو سکے اور طعام گاہ ✪ باؤنڈری کی مزید بلندی ✪ مین گیٹ کی تعمیر ✪ واٹر ٹینک کا نظم اور بڑے جنریٹر کی فراہمی ✪ اندرون جامعہ پختہ سڑکوں کی تعمیر ✪ اندرونِ جامعہ راستوں پر بجلی وروشنی کا نظم

منصوبے

✪ طلبہ اور اساتذہ کی تعداد میں اضافہ ✪ مسجد انور شاہ کی توسیع ✪ کتب خانہ کے لئے مزید کتابوں کی خریداری ✪ شائع شدہ کتابوں کی طباعت واشاعت ✪ اندرون جامعہ کینٹین ✪ ایک سال میں تجوید، دینیات اور بنیادی عصری تعلیم کے ساتھ کمپیوٹر کی بھی ابتدائی تعلیم ✪ اونچے پیمانے پر جدید تعلیم کا نظم

ترمیم شدہ نصابِ تعلیم

نافذ العمل ۳۹-۱۴۳۸ھ

(الف) شعبہ تحفیظ القرآنِ کریم

حفظ: قواعد وتجوید وترتیل کی مکمل رعایت کے ساتھ حفظ قرآن کریم

اردو و دینیات: سالِ اوّل (۱) اردو زبان کا قاعدہ/اردو زبان کی پہلی کتاب (۲) مقبول و مسنون ۳۰ دعائیں اور ۳۰ حدیثیں حفظ

سالِ دوم (۱) اردو زبان کی دوسری کتاب (۲) دینی تعلیم کا رسالہ نمبر ۱ و ۲

سالِ سوم (۱) اردو زبان کی تیسری کتاب (۲) دینی تعلیم کا رسالہ نمبر ۳ و ۴

اوقاتِ تعلیم: صبح (۱) حفظ قرآن کریم ۳ گھنٹے (۲) اردو دینیات ایک گھنٹہ

شام (۱) حفظ قرآن کریم ۲ گھنٹے (۲) بعد نماز مغرب ۲ گھنٹے

نوٹ: عربی درجات کی طرح درجہ حفظ میں مسلسل چھ گھنٹے نہیں ہوں گے بل کہ مذکورہ ترتیب کے مطابق صبح وشام کی تعلیم ہوگی۔

☆☆☆

(ب) عربی درجات

اعدادیہ: (۱) فارسی کی پہلی و دوسری (۲) تیسیر المبتدی/گلزارِ دبستاں/گلستاں (۳) آسان نحو/ آسان صرف (۴) اردو کی چوتھی مع تحسینِ خط/سیرت خاتم الانبیاء (۵) مفتاح العربیہ حصہ اوّل/تعلیم الاسلام چاروں حصے مکمل (۶) عصری علوم: ہندی/انگریزی/ریاضی/جغرافیہ اور سائنس

سالِ اوّل: (۱) میزان الصرف/منشعب/پنج گنج (۲) نحو میر/شرح مائۃ عامل (۳) مالا بد منہ (۴) القراءۃ الواضحہ حصہ اوّل/مفتاح العربیہ حصہ دوم (۵) تکلّم عربی/تاریخ الاسلام تینوں حصے مکمل (۶) عصری علوم: ہندی/انگریزی/ریاضی/سائنس

سالِ دوم: (۱) ہدایۃ النحو/کافیہ بحثِ فعل وحرف (۲) علم الصیغہ/فصولِ اکبری (۳) نور الایضاح/ قدوری (۴) آسان منطق/مرقات/خلافتِ راشدہ تاریخ ملت (۵) القراءۃ الواضحہ حصہ دوم/نفحۃ الادب (۶) عصری علوم: ہندی/انگریزی/ریاضی/سائنس

سالِ سوم: (۱) ترجمہ قرآن کریم پارہ ایک تا پارہ ۱۵ (۲) ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۶ تا پارہ ۳۰ (۳) قدوری / دروس البلاغہ (۴) شرح وقایہ اوّل و دوم (۵) تسہیل الاصول / اصول الشاشی (۶) القراءۃ الواضحہ حصہ سوم / مشکٰوۃ الآثار / سلاطینِ ہند تاریخ ملت

سالِ چھارم: (۱) جلالین شریف پارہ ایک تا ۱۵ (۲) جلالین شریف پارہ ۱۶ تا ۳۰ (۳) ہدایہ اوّل / میبذی (۴) ہدایہ ثانی / اصح السیر (۵) الفوز الکبیر / حسامی (۶) عربی میں ترجمہ کیجئے / دیوانِ متنبی

سالِ پنجم (موقوف علیہ): (۱) مشکٰوۃ شریف جلد اوّل (۲) مشکٰوۃ شریف جلد ثانی (۳) ہدایہ ثالث (۴) ہدایہ رابع (۵) شرح عقائد / سراجی (۶) آسان اصولِ حدیث / نخبۃ الفکر / عقیدۃ الطحاوی / تاریخ المذاہب الاسلامیہ اردو، شیخ ابوزہرہ مصری

دورۂ حدیث شریف: (۱) بخاری شریف جلد اوّل (۲) بخاری شریف جلد ثانی (۳) ترمذی شریف جلد اوّل (۴) ترمذی شریف جلد ثانی (۵) مسلم شریف جلد اوّل وثانی طحاوی شریف کتاب الحج (۶) ابوداؤد شریف / نسائی شریف

بعد مغرب: (۱) ابن ماجہ شریف (۲) موطا امام مالک (۳) موطا امام محمد (۴) شمائل ترمذی شریف

(ج) تکمیلات

تکمیل ادبِ عربی: (۱) انشاء عربی (۲) اسالیب الانشاء (۳) المختارات العربیہ (۴) حوارِ عربی (۵) البلاغۃ الواضحہ / دیوانِ امام شافعی (۶) تاریخ ادب عربی / عربی اخبارات ورسائل مطالعہ

تکمیل افتاء: (۱) درِمختار جلد اوّل (۲) درِمختار جلد ثانی (۳) الاشباہ والنظائر فنِ اول وثانی (۴) قواعد الفقہ / سراجی (۵) رسم المفتی / کتاب الحظر والاباحہ للشامی / بدائع الصنائع (۶) تمرین فتاویٰ

اھم اور ضروری نوٹ:

اعدادیہ تا دورۂ حدیث شریف بشمول تکمیلات صبح کے اوقات میں مسلسل چھ گھنٹے ہوں گے۔ جب کہ شام کے وقت میں ۴۰ منٹ کی تین گھنٹیاں ہوں گی، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) ۴۰ منٹ تعلیم باللغۃ تکلّم عربی

(۲) ۴۰ منٹ تصحیح قرآن کریم مع تجوید

(۳) ۴۰ منٹ کمپیوٹر وعصری علوم

☆☆☆

جامعہ ایک نظر میں

بیاد : محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

بانی : فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ

معتمد : حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

سن قیام : ۱۴۱۸ھ

نوعیت : آزاد مدرسہ (سرکار سے الحاق نہیں)

شعبہ جات : ۱۶ تعداد اساتذہ وعملہ : ۳۰

شائع شدہ کتب : ۲۷ زیر تصنیف کتب : ۶

معیار تعلیم و تعداد طلبہ از ابتداء تا حال

★ کل فارغین حفظ وتجوید (۱۴۲۲ھ تا ۱۴۳۸ھ) : ۴۲۷

★ کل فارغین درجات عربی (۱۴۲۲ھ تا ۱۴۳۸ھ) : ۱۴۲۷

★ کل فارغین دورۂ حدیث (۱۴۳۰ھ تا ۱۴۳۸ھ) : ۷۲۵

★ کل فارغین تکمیل ادب عربی (۱۴۳۵ھ تا ۱۴۳۸ھ) : ۷۰

★ کل فارغین تکمیل افتاء (۱۴۳۰ھ تا ۱۴۳۸ھ) : ۹۵

★ کل فارغین شعبۂ کمپیوٹر (۱۴۲۲ھ تا ۱۴۳۸ھ) : ۸۹۴

تعداد طلبہ سالِ رواں ۳۸-۱۴۳۷ھ

حفظ قرآنِ کریم	۲۶
سالِ اوّل تا سالِ پنجم (موقوف علیہ)	۱۹۱
دورۂ حدیث شریف	۸۶
تکمیل ادبِ عربی	۲۰
تکمیلِ افتاء	۱۵
شعبۂ کمپیوٹر	۷۲
کل تعداد طلبہ	**۴۱۰**

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق مئی رجون ۲۰۱۷ء میں جامعہ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ ومحصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جا رہا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے:

اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

نوٹ: رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق جولائی راگست ۲۰۱۳ء سے نئے ڈیزائن ونمبرنگ کے ساتھ رنگین رسیدات کا اجراء کیا گیا ہے۔ اس لیے تمام سابقہ رسیدات منسوخ سمجھی جائیں۔

۱	محترم جناب مولانا عبدالرشید صاحب بستوی استاذ حدیث جامعہ ہذا	ممبئی 09634506041
۲	محترم جناب مولانا شیث احمد صاحب استاذ حدیث جامعہ ہذا	مہاراشٹر 09897406800
۳	محترم جناب مولانا مفتی نثار خالد صاحب استاذ حدیث جامعہ ہذا	کلکتہ رممبئی اور مہاراشٹر 09635416727, 07895070594
۴	محترم جناب مولانا فضیل احمد صاحب ناصری استاذ حدیث جامعہ ہذا	ممبئی 08881347125
۵	محترم جناب مولانا محمد ابوطلحہ صاحب استاذ تفسیر وفقہ جامعہ ہذا	جموں وکشمیر، پونہ، مہاراشٹر، بینگلور، مدراس 09997504588
۶	محترم جناب مولانا مفتی محمد ساجد صاحب استاذ جامعہ ہذا	بڑودہ رگودھرا راحمد آباد ر پالن پور رممبئی 09670785218
۷	جناب مولوی محمد امین صاحب محصل شعبہ	جموں وکشمیر رلدھیانہ رمالیر کوٹلہ رجالندھر 09018249398, 08979399192
۸	جناب مولوی عشرت اللہ صاحب محصل شعبہ	مشرقی اتر پردیش 07275869794
۹	جناب مولوی محمد حنیف صاحب محصل شعبہ	بھروچ رانکلیشور رمراد آباد ر دہلی رمیرٹھ اور باغپت 09808808003

جامعہ امام محمد انور شاہ کا تفصیلی تعارف، دستور نامہ، نصابِ تعلیم، ماہنامہ محدثِ عصر وغیرہ
Jamia Imam Muhammad Anwar Shah کے فیس بک پیج پر دستیاب ہے۔

Monthly MUHADDIS-E-ASR Deoband

Register from Registrar of Newspapers for India U.P. URD.2000/R.N.10663

Contact: (Off) 01336-220471, Mob. +91 8006075484

Email: ahmadanzarshah@gmail.com

Printed & Published by Syed Ahmad Khizar Shah,
Mohtamim of behalf of JIMAS, Behind Eidgah, DBD
and Printed at Mukhtar Press, Samreen Printers, Deoband



مسجد انور شاہ کا دیدہ زیب نظارہ



انور ہال



مسجد انور شاہ کے برآمدے کا منظر



دارالحدیث (انور ہال) سے باب معظم شاہ تک نوتعمیر شدہ سڑک



دفتر تعلیمات و دفتر اہتمام کا برآمدہ



دارالاقامہ کا اندرونی منظر



کتب خانہ



جامعہ کا مطبخ

Jamia Imam Mohammad Anwar Shah

A/C No. 078600101002339

Corporation Bank Deoband, IFSC Code: CORP0000786